احمدی نوجوانوں کیلئے
ماہنامہ
خالد
ربوہ

مارچ ۱۹۹۸ء

ایڈیٹر
سیّد مبشر احمد ایاز

وہ آیا منتظر جس کے تھے دن رات — معمہ کھل گیا روشن ہوئی بات

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانیٔ سلسلہ احمدیہ

مالکِ حقیقی کے ہاتھ کا لگایا ہُوا پَودا

"اگرچہ جو لوگ دل کے پاک ہیں مَرنے کے بعد خدا کو دیکھیں گے لیکن مجھے اُسی کے مُنہ کی قسم ہے کہ مَیں اَب بھی اُسی کو دیکھ رہا ہوں۔ دُنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں مَیں وہ درخت ہوں جس کو مالکِ حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے ....

خدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ مَیں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔"

(اقتباس از ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹ رُوحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۹، ۵۰)

"....یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پَودہ ہے خدا اِس کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ وہ راضی نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو کمال تک نہ پہنچا دے اور وہ اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کے گِرد احاطہ بنائے گا اور تعجّب انگیز ترقیات دے گا۔ کیا تم نے کچھ کم زور لگایا۔ پس اگر یہ انسان کا کام ہوتا تو کبھی کا یہ درخت کاٹا جاتا اور اس کا نام و نشان باقی نہ رہتا۔"

(انجامِ آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۶۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

16/3/98

جلد 46 شمارہ 5

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ **خالد** ربوہ

امان 1377 ہش

مارچ 1998ء

★★★★

ایڈیٹر:
سید مبشر احمد ایاز

فہرست مضامین

★★★★

رابطہ آفس: دفتر ماہنامہ "خالد" دارالصدر جنوبی ۔ ربوہ

قیمت ۔/7 روپے ★ سالانہ ۔/70 روپے

مینیجر: مبارک احمد خالد

پبلشر: مبارک احمد خالد ۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد ۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ

اداریہ

وفا کا ہاتھ

۲۳ مارچ کا دن جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک بنیادی اہمیت کا حامل دن ہے۔ وہ دن جب کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ہاتھ پر چند مخلصین نے بیعت کی۔ ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء........ لدھیانہ کے مقام پر....... خدا تعالیٰ کے حکم سے اس کا آغاز ہوا۔ سلسلہ احمدیہ کا آغاز....... احمدیت کے سفر کا آغاز...... یہ ننھا سا پودا تھا۔ جو اس دن لگایا گیا۔ جس کو اب آہستہ آہستہ پروان چڑھنا تھا۔ مخالفت کی طوفانی ہوائیں اس کو جڑ سے اکھاڑنے کیلئے چلنے لگیں۔ مخالفت کا ہر طوفان بڑے بڑے پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا دینے کیلئے کافی تھا۔ لیکن احمدیت کا پودا رفتہ رفتہ جڑ پکڑتا گیا اور آہستہ آہستہ بڑھتا چلا گیا۔ کوئی بھی مخالفت احمدیت کے اس پروان چڑھتے ہوئے پودے کی نشو ونما کو روک نہ سکی۔ اور احمدیت ترقی کی شاہراہ پر گامزن رہی۔ کیونکہ یہ الٰہی سلسلہ تھا۔ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا۔ جس کی حفاظت خود خدا کر رہا تھا۔ اس کا ہاتھ تھا۔ جو کامل وفا کے ساتھ اس کی پشت پناہی کر رہا تھا۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ خود رقم فرماتے ہیں:۔

"میرے پر ایسی رات کوئی کم گزرتی ہے جس میں مجھے یہ تسلی نہیں دی جاتی کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں۔ اگرچہ جو لوگ دل کے پاک ہیں مرنے کے بعد خدا کو دیکھیں گے لیکن مجھے اسی کے منہ کی قسم ہے کہ میں اب بھی اس کو دیکھ رہا ہوں دنیا مجھے کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔

اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کیلئے دعائیں کریں۔ یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا اور نہیں رکے گا۔ جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کر لے اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے اور منہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور......

خدا نے پہلے مامورین اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا خدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کیلئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا خدا سے مت لڑو یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔"

(اربعین نمبر ۳ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۹۹ تا ۴۰۱)

ایک صدی ہو چکی اس جماعت کو۔ اور خدا کا وفا کا ہاتھ اس جماعت کے ساتھ واقعی رہا۔ جو وفا کرتا رہا۔ ہر لمحہ۔ ہر پل۔ اور ابھی تک وہی ہاتھ ہے۔ جو ہر مصیبت کے وقت جماعت کو مخالفت کے طوفان سے نکالتا رہا۔ اور اللہ کے فضل سے اب جماعت احمدیہ دنیا کے کونے کونے میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور ترقی کی شاہراہ پر بڑی تیزی سے، حیرت انگیز ترقیات کے ساتھ بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اور ترقی کے کسی بھی میدان میں نظر اٹھائیں تو اسی قادر مطلق کا ہاتھ ہی نظر آتا ہے۔ جو کامل وفا کے ساتھ جماعت کے پیچھے شروع سے تھا۔ اور اخیر تک رہے گا۔ انشاء اللہ

پس ہم سب کا فرض ہے کہ اس نصرت الٰہی اور تائید ایزدی پر۔ ہم بھی پوری وفاداری کے ساتھ اپنے مولا کریم کے بندے بن کر اسی کے آگے جھکتے ہوئے۔ اسی سے اس کی مدد مانگیں اور ہم بھی اپنی جانوں' اپنی محنتوں' اپنے وقت اور اپنے مال کے ساتھ قربانیاں دیتے چلے جائیں۔ اپنی اپنی طاقت اور بساط کے مطابق۔ پوری وفا کے ساتھ۔ اس سلسلہ کے ساتھ مخلص ہو کر چمٹے رہیں۔ کہ یہ ہمارا فرض بھی ہے اور سعادت بھی۔ خوش نصیبی بھی۔ خدا کرے کہ ہم پوری وفا کے ساتھ اس کے بندے بن کر اسی کے ہو جائیں۔ آمین

واقفین نو کی تیاری میں پہلے سے زیادہ بڑھ کر سنجیدہ ہو جائیں

"واقفین نو کی فوج ہے اس پر آئندہ بیس سال تک بہت بڑی بڑی ذمے داریاں پڑنے والی ہیں۔ اور اس پہلو میں جماعت کے اس حصے کو نصیحت کرتا ہوں جس کو خدا تعالیٰ نے وقف نو میں شمولیت کو توفیق عطا فرمائی کہ وہ تحریک جدید کی ہدایات کے مطابق اپنے بچوں کی تیاری میں پہلے سے زیادہ بڑھ کر سنجیدہ ہو جائیں اور بہت کوشش کر کے ان واقفین کو خدا تعالیٰ کی راہ میں عظیم الشان کام کرنے کے لئے تیار کرنا شروع کریں۔"

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ یکم دسمبر ۱۹۸۹ء: مرسلہ وکالت وقف نو)

رسالہ "خالد" اور "تشحیذ الاذہان" جاری کروانے کا طریق

قائد صاحب مجلس کے ذریعہ شرح کے مطابق سالانہ چندہ جمع کروا کے رسید حاصل کی جائے اور رسید پر اپنا مکمل پتہ لکھوایا جائے۔ اگر پہلے سے خریدار ہیں تو خریداری نمبر بھی درج کروائیں اور اس رسید کی فوٹو کاپی ایوان محمود ربوہ بھجوا کر ادارہ کو اطلاع کی جائے۔ قائدین اور زعماء خریداران کی رقوم اور ان کے مکمل ایڈریس ساتھ ساتھ مرکز ارسال کرتے رہیں تا ان کے نام فوری رسائل جاری کئے جاسکیں۔ یا براہ راست مینیجر رسالہ "خالد" و "تشحیذ الاذھان" ایوان محمود ربوہ کے نام چندہ خریداری بذریعہ منی آرڈر یا ڈرافٹ بھجوا دیں۔ طلب کرنے پر VP بھی بھجوائی جاسکتی ہے۔ (مینیجر رسالہ "خالد" و "تشحیذ الاذھان")

توجہ کیجئے

"آپ کے چندہ کی مدت خریداری باہر ایڈریس کی چٹ پر لکھی گئی ہے۔ اپنا چندہ ختم ہونے سے قبل ہی آئندہ کیلئے چندہ بھجوا دیں تا ترسیل میں کوئی وقفہ نہ ہو۔" (مینیجر)

شمع قرآن

ہر انسان کا اعمال نامہ اس کے ساتھ ہے

حضرت مصلح موعود.......... تحریر فرماتے ہیں

"پس اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو! اپنے اندر جوش اخلاص اور ہمت پیدا کرو۔ تم آسمان کی طرف اڑو۔ کیونکہ تمہارا خدا اوپر ہے۔ تم نیچے مت دیکھو اور معمولی معمولی باتوں کے پیچھے مت پڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں طائر بنانا چاہتا ہے۔ کتنی چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ جن پر تمہیں ابتلاء آجاتے ہیں۔ کہیں اس بات پر لڑائی ہو جاتی ہے کہ فلاں عہدہ مجھے کیوں نہیں ملا۔ کہیں اس بات پر کوئی شخص ٹھوکر کھا جاتا ہے کہ انجمن کا سیکرٹری فلاں کیوں بنا مجھے کیوں نہ بنایا گیا۔ گویا ہر وقت ان کی نظر نیچی رہتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ تم کو طائر بنانا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کل انسان الزمنہ طائرہ فی عنقہ ہم نے ہر انسان کی گردن کے نیچے ایک طائر باندھ رکھا ہے۔ اب بتاؤ جس کی گردن کے نیچے کوئی چیز باندھ دی جائے اس کی نگاہ کبھی نیچی بھی ہو سکتی ہے۔ وہ تو ہمیشہ اوپر کی طرف دیکھے گا۔ پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تم اپنی نگاہیں ہمیشہ اونچی رکھو۔ کیونکہ تم....... (دین حق کے ہیرو ہو) اور....... کے برابر دنیا میں اور کوئی نہیں ہوتا۔ پس فائدہ اٹھاؤ میرے اس وعظ و نصیحت سے اور جب اپنے گھروں میں جاؤ تو اس ارادے اور نیت کے ساتھ جاؤ کہ آئندہ ہم چوہے اور چھپکلیاں نہیں بنیں گے بلکہ وہ طائر بنیں گے جو ہواؤں میں اڑتے پھرتے ہیں۔ اور اپنے خدا کی آواز کو سننے کی کوشش کریں گے۔"

(فضائل القرآن صفحہ ۴۴۲-۴۴۱ از حضرت خلیفہ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ)

مشعل راہ

زیادہ سے زیادہ پیشے اختیار کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا

"قومی زندگی نوجوانوں کی ترقی کے ساتھ وابستہ ہے"

"نوجوانوں کا کام ہے کہ وہ اپنے ملک کے حالات اور ماحول پر غور کریں اور دیکھیں کہ ملک اور قوم کی ترقی کے کونسے ذرائع ہیں ان ذرائع کو استعمال کریں تا ملک ترقی کرے۔ ملک میں جو صنعتیں اور تجارتیں پہلے نہیں ان کی طرف توجہ دی جائے اگر نوجوان اس طرح توجہ کریں تو بے شک ابتداء میں وہ تکلیف بھی اٹھائیں گے لیکن آخر میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے۔ جو ان کے خاندان اور ملک کیلئے مفید ہوں گے...... اپنے نوجوانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ تعلیم محض اس لئے حاصل نہ کریں کہ اس کے نتیجہ میں انہیں نوکریاں مل جائیں گی۔ نوکریاں قوم کو کھلانے کا موجب نہیں ہوتیں بلکہ نوکر ملک کی دولت کو کھاتے ہیں۔ اگر تم تجارتیں کرتے ہو۔ صنعتوں میں حصہ لیتے ہو۔ ایجادوں میں لگ جاتے ہو تم ملک کو کھلاتے ہو اور یہ صاف بات ہے کہ کھلانے والا کھانے والے سے بہترین ہوتا ہے۔ نوکریاں بے شک ضروری ہیں۔ لیکن یہ کیا کہ ہم سب نوکریوں کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہم زیادہ سے زیادہ پیشے اختیار کریں تاکہ ملک کو ترقی حاصل ہو اور کم سے کم ملازمتیں کریں۔ صرف اتنی جن کی ملک کو اشد ضرورت ہو۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21 نومبر 1952ء الفضل 15 دسمبر 1952ء)

تعارف کتب

سُرمۂ چشم آریہ

(تحریر سیّد مبشّر احمد ایاز۔ مدیر خالد)

۱۸۸۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ابھی ہوشیار پور میں ہی مقیم تھے کہ لالہ مرلیدھر ڈرائنگ ماسٹر جو آریہ سماج ہوشیار پور کے رکن اور مدار المہام تھے ان کے اور حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے مابین ۱۱ اور ۱۴ مارچ ۱۸۸۶ء کو دو دن کیلئے مذہبی مباحثہ قرار پایا۔ جس کی شرائط کتاب کے آغاز میں مذکور ہیں۔ اس کتاب میں معجزہ شق القمر، نجات دائمی یا ہے محدود، روح و مادہ حادث ہیں یا انادی، اور مقابلہ تعلیمات وید و قرآن پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

ستمبر ۱۸۸۶ء میں یہ کتاب شائع ہوئی۔ اب قدرے انحصار کے ساتھ اس کا خلاصہ ہدیہ قارئین ہے۔

معجزہ شق القمر

لالہ مرلیدھر صاحب نے اپنی طرف سے بڑا زبردست اعتراض پیش کیا ہے کہ کہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا تو عقل و واقعات تاریخیہ کے سراسر خلاف ہے اور قانون قدرت کے بھی۔

حضور نے اس اعتراض کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن کریم کے اعجاز پر زبردست عالمانہ اور عارفانہ مضمون تحریر فرمایا ہے۔ یہ مضمون صفحہ ۱۱ سے صفحہ ۹۰ تک ہے۔ جس میں معجزات، معجزات قرآنیہ اور قانون قدرت پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

حضور نے اول تو یہ فرمایا ہے کہ:۔

◉ "شق القمر کا معجزہ اہل اسلام کی نظر میں ایسا امر نہیں ہے کہ جو مدار ثبوت اسلام اور دلیل اعظم حقانیت کلام اللہ کا ٹھہرایا گیا ہو بلکہ ہزار ہا شواہد اندرونی و بیرونی و صدہا معجزات و نشانوں میں سے یہ بھی ایک قدرتی نشان ہے......" (صفحہ ۱۲)

◉ دوسرا یہ کہ:۔

"تمام کھلے کھلے ثبوتوں سے چشم پوشی کر کے فرض بھی کر لیں کہ یہ معجزہ ثابت نہیں ہے...... تو اس صورت میں بھی اگر کچھ حرج ہے تو شاید ایسا ہے کہ جیسے بیس کروڑ روپیہ کی جائیداد میں سے ایک پیسے کا نقصان ہو جائے۔" (صفحہ ۱۲)

◉ تیسرے یہ کہ حضور فرماتے ہیں:۔

"سچ تو یہ ہے کہ کلام الٰہی نے مسلمانوں کو دوسرے معجزات سے بکلی بے نیاز کر دیا ہے وہ نہ صرف اعجاز بلکہ اپنی برکات و تنویرات کے رو سے اعجاز آفرین بھی ہے۔ فی الحقیقت قرآن شریف اپنی ذات میں ایسی صفات کمالیہ رکھتا ہے جو اس کو خارجیہ معجزات کی کچھ بھی حاجت نہیں۔" (صفحہ ۱۳)

◉ اس ضمن میں حضور نے معجزات اور خوارق قرآنی کی چار قسمیں بھی بیان فرمائیں ہیں۔

۱۔ معجزات عقلیہ، ۲۔ معجزات علمیہ، ۳۔ معجزات برکات روحانیہ، ۴۔ معجزات تصرفات خارجیہ

اور ان کی تفصیل میں جاتے ہوئے فرمایا کہ یہ معجزات کس قدر بتمام و کمال حسن کمال کے ساتھ قرآن میں موجود ہیں۔

◉ پھر معجزہ شق قمر پر اس وجہ سے اعتراض کرنا کہ یہ قانون قدرت کے خلاف ہے تو حضور نے تفصیل سے "قانون قدرت" پر روشنی ڈالتے ہوئے ذکر فرمایا ہے کہ الٰہی قدرتیں تو غیر محدود اور غیر متناہی ہیں

تو پھر کتنی بڑی غلطی اور نادانی ہوگی کہ ہم صرف اپنے مشاہدہ ہی کو قانون قدرت قرار دے دیں اور اپنے مشاہدہ سے باہر جو بھی ہو اس کو قانون قدرت کے بھی خلاف کہہ دیں۔ حضور قانون قدرت پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جو کہ فلاسفروں اور سائنسدانوں کے لئے بھی نشان راہ متعین کر رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"قانون قدرت کوئی ایسی شئی نہیں ہے کہ ایک حقیقت ثابت شدہ کے آگے ٹھہر سکے کیونکہ قانون قدرت خدائے تعالیٰ کے ان افعال سے مراد ہے جو قدرتی طور پر ظہور میں آئے یا آئندہ آئیں گے لیکن چونکہ خدائے تعالیٰ اپنی قدرتوں کے دکھلانے سے تھک نہیں گیا ہے اور نہ یہ کہ اب قدرت نمائی سے بے زور ہو گیا ہے یا سو گیا ہے یا کسی طرف کو کھسک گیا ہے یا کسی خارجی قاسر سے مجبور کیا گیا ہے اور مجبوراً آئندہ کے عجائب کاموں سے دستکش ہو گیا ہے اور ہمارے لئے وہی چند صدیوں کی کارگزاری (یا اس سے کچھ زیادہ سمجھ لو) چھوڑ گیا ہے اس لئے ساری عقلمندی اور حکمت اور فلسفیت اور ادب اور تعلیم اسی میں ہے کہ ہم چند موجود مشہودہ قدرتوں کو جن میں ابھی صدہا طور کا اجمال باقی ہے مجموعہ قوانین قدرت خیال نہ کر بیٹھیں اور اس پر نادان لوگوں کی طرح ضد نہ کریں کہ ہمارے مشاہدات سے خدائے تعالیٰ کا فعل ہرگز تجاوز نہیں کر سکتا کیونکہ یہ صرف احمقانہ دعویٰ ہے جو ہرگز ثابت نہیں کیا گیا اور نہ ثابت کیا جا سکتا ہے۔" (صفحہ ۴۶-۴۵)

◎ ایک جگہ آپ قانون قدرت اور معجزات کے بظاہر فرق کو دور کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اس جگہ اس بات کا جواب دینا بھی مناسب ہے کہ اگر سب امور قوانین ازلیہ و ابدیہ میں داخل ہیں یعنی پہلے ہی سے بندھے ہوئے چلے آتے ہیں تو پھر معجزات کیا شئی ہیں سو جاننا چاہئے کہ بے شک یہ تو سچ ہے کہ قوانین ازلیہ و ابدیہ سے یا یوں کہو کہ خدا تعالیٰ کے ازلی ارادہ اور اس کے قضاء و قدر سے کوئی چیز باہر نہیں گو ہم اس پر اطلاع پاویں یا نہ پاویں۔ جف القلم بما ھو کائن۔ مگر اسی عادت الٰہیہ نے جو دوسرے لفظوں میں قانون قدرت سے موسوم ہو سکتی ہے۔ بعض چیزوں کے ظہور کو بعض کے ساتھ مشروط کر رکھا ہے پس جو امور ازلی ابدی ارادہ نے مقدسوں کی دعاؤں اور ان کی برکات انفاس اور ان کی توجہ اور ان کی عقد ہمت اور ان کے اقبال ایام سے وابستہ کر رکھے ہیں اور ان کے تضرعات اور ابتہالات پر مترتب کی جاتی ہیں وہ امور جب انہیں شرائط اور انہیں وسائل سے ظہور میں آتے ہیں تب ان امور کو اس خاص حالت میں معجزہ یا کرامت یا نشان یا خارق عادت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔" (صفحہ ۵۷)

◎ پھر حضور نے لالہ مرلیدھر کے شق قمر پر اعتراضات کو نمبروار رد کرتے ہوئے ثابت کیا کہ اس کا یہ اعتراض واقعات صحیحہ اور قرآن و حدیث اور تاریخ کے ساتھ ساتھ اپنی مقدس و مستند کتب سے بھی لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ اور قرآن مجید کی ایک ہی آیت اقتربت الساعۃ وانشق القمر وان یروا ایۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر (القمر:۲-۳)

ثابت کرتی ہے کہ یہ واقعہ ایک زبردست تاریخی واقعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں مندرجہ بالا آیت میں جب اسکا ذکر کیا گیا تو اگر ایسا نہیں ہوا تھا تو منکرین قرآن فوراً اس کا انکار کرتے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اور پھر قرآن کریم میں اس واقعہ کا ذکر زبردست حقیقت اور مستند ترین دستاویز کے مترادف ہے۔ جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔" (صفحہ ۶۳)

◎ اس کے علاوہ حضور نے آریوں کے اصول تناسخ اور نیوگ کی تعلیم کو زبردست دلائل کے ساتھ رد فرمایا ہے۔

◎ صفحہ ۹۱ سے حضور کی طرف سے آریہ مذہب پر اعتراضات کا بیان شروع ہوتا ہے جس کو لالہ مرلیدھر صاحب رد نہیں کر سکے اور ان کی شکست اور عاجزی روز روشن کی طرح کھلی کھلی نظر آ رہی ہے۔

◎ ماسٹر مرلی دھر صاحب نے آنحضرت ﷺ اور قرآن کی بابت ایک یہ اعتراض کیا تھا کہ روح کی بابت کچھ علم نہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی پر معارف دلائل کے ساتھ تردید فرمائی اور ساتھ ہی چیلنج کرتے ہوئے لکھا:۔

"...... اس بات کا تصفیہ نہایت سہل اور آسان ہے وہ یہ ہے کہ ماسٹر صاحب مقابلہ کرنے کے عہد پر ہم کو اجازت دیں تا ہم علم روح جو قرآن شریف میں لکھا ہے جس سے معرفت کاملہ نبی صلی

اللہ علیہ وسلم و کمالیت قرآن شریف ثابت ہوتی ہے ایک مستقل رسالہ میں مرتب کرکے بحوالہ آیات قرآنی شائع کردیں......... ماسٹر صاحب پر واجب لازم ہو گا کہ اس کے مقابل پر وید کی شرتیوں کے ساتھ ایک رسالہ مرتب کریں...... سو اگر اس شرط سے ماسٹر صاحب مقابلہ کر دکھائیں تو...... سو روپیہ نقد انعام دوں گا۔" (صفحہ ۱۳۰۔۱۳۲)

لیکن ماسٹر مرلی دھر سمیت کسی ہندو عالم کو اس مقابلے کی جرات نہ ہوئی۔ اس طرح مرلی دھر صاحب نے یہ کہا ہے کہ اسلام نے مادے کی کیفیات کو نہیں سمجھا۔ تو حضور نے جواب دیتے ہوئے اس میں لکھا ہے کہ یہ معترض کی کم علمی اور جہالت پر دلالت کرتا ہے بلکہ فرمایا:۔

"یہ آپ کا قول بالکل جھوٹ اور افتراء یا بے خبری یا بے علمی کا تقاضا ہے جو آپ تعلیم قرآنی کی نسبت ایسا خیال کر رہے ہیں بلکہ تعلیم قرآن میں جیسی واقعی اور حقانی طور پر کیفیت روح اور اس کے خواص بیان کئے ہیں ایسا ہی زمین و سورج و چاند وغیرہ مادی اشیاء کی نسبت قرآن شریف میں صحیح صحیح اور واقعی بیان مندرج ہے اور ایسے بلند و عمیق اسرار طبعی و ہیئت و طبابت و دیگر لطائف فلسفہ اس میں پائے جاتے ہیں جن کی طرف کسی حکیم یا فلسفی کا ذہن سبقت نہیں لے گیا....." (صفحہ ۱۳۵)

◎ پھر حضور نے وید کی تعلیمات پر جرح کرتے ہوئے ان کو ناقص اور عقل سے عاری قرار دیا ہے۔ اور ساتھ ساتھ قرآنی آیات کے حوالوں سے جتلایا کہ قرآن تو علم ہیئت کی بابت بڑے زور سے اعلان کرتا ہے کہ غور و فکر سے کام اور اس کی فلاسفی پر غور کرتے رہو اور علم و حکمت کی طرف ہر مسلمان کو عام دعوت دیتا ہے اس لئے مسلمانوں پر علم ہیئت و طبابت سے لاعلمی اور بے اعتنائی کا الزام اور جہالت پر مبنی ہے۔ آپ مسلمانوں کی علمی اور سائنسی ترقی اور یورپ اور دیگر علاقوں کی پستہ حالت پر مستشرقین کی کتب کے حوالوں سے بھی اپنے اس دعویٰ کو مزید تقویت رہی۔ مثلاً جان بورٹ کی کتاب (جس کا ترجمہ "موید الاسلام" کے نام سے ہے) اور کارلائل کا حوالہ (صفحہ ۱۴۶۔۱۴۸)

پھر آپ نے روحوں کے خود بخود ہونے کی تردید، خالق ارواح کا ثبوت اور ویدوں کا ناقص ہونا اور تمام تر علوم دینیہ و دنیویہ سے بے بہرہ ہونا عقل اور نقل سے ثابت فرمایا ہے۔

آپ نے حضرت بابا نانک" کا بھی خاص طور پر ذکر فرمایا کہ جنہوں نے وید کو بغور مطالعہ کیا اور اچھی طرح مطالعہ کے بعد انہوں نے یہ محسوس کیا کہ وید روحانی علوم سے یکسر خالی ہے اس لئے انہوں نے ویدوں کو ترک کرکے قرآن شریف کی طرف توجہ فرمائی اور گرنتھ میں ویدوں کی تردید اور اسلامی تعلیمات کی تائید اپنے اشعار میں کی ہے۔ ایسا ہی آپ نے پنڈت دیانند کے بارے میں لکھا کہ پنڈت دیانند جو کہ آریہ سماج کے بانی مبانی تھے انہوں نے بھی ویدوں پر شکوک و شبہات اور تردد کا آخری عمر میں اظہار کیا تھا جیسا کہ رسالہ "دھرم جیون" جولائی ۱۸۸۶ء سے ظاہر ہوتا ہے۔

پھر آپ نے صفحہ ۲۴۵ پر ارواح کے بیس خواص لکھے ہیں جن سے یہ بھی ثابت کرنا مقصود ہے ارواح ہر وقت کسی نہ کسی جسم کی متقاضی بھی ہوتی ہیں۔ جب کہ وید والے روح اور جسم کے ابدی تعلق کے سرے سے ہی منکر ہیں۔

ان صفحات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تناسخ اور ارواح کے قدیم/خود بخود ہونے کے عقیدے پر جو اعتراضات کئے تھے ان کے جواب مرلی دھر صاحب نے دئے ہیں جن کی تردید حضور نے ان صفحات واضح دلائل کے ساتھ فرمائی ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے اور اس طرح ہندو مذہب کے بنیادی نظریات کے قلع قمع کرنے کے اعتبار سے حضور کی چند ایک دیگر کتب (مثلاً براہین احمدیہ، پرانی تحریریں، چشمہ معرفت، شحنۂ حق، آریہ دھرم اور نسیم دعوت) کی طرح سرمہ چشم آریہ کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

آریہ کا یہ اعتراض کہ کیا خدا کو بھی کسی اور نے پیدا کیا ہو گا اس کا جواب حاشیہ میں دیا گیا ہے یا یہ کہ خدا اپنی ذات کا آپ خالق ہے یا اپنی مثل بنانے پر قادر ہے اس کا جواب دیتے ہوئے۔ حضور نے آنحضرت ﷺ کے رفیع مقام اور شان کا جس رنگ میں ذکر فرمایا ہے وہ کیا علمی اور عاشقانہ شان رکھتا ہے اس کے لئے حاشیہ صفحہ ۱۸۲ تا صفحہ ۲۵۱ پڑھا جا سکتا ہے۔ ایک لاجواب مضمون ہے۔ جو حضرت مسیح موعود نے پہلی بار ہی اس امت محمدیہ میں پیش فرمایا ہو گا۔

سرمہ چشم آریہ کی ایک اور منفرد اور ممتاز حیثیت یہ بھی ہے کہ

اس کتاب میں حضور نے جہاں وید اور قرآن کی تعلیمات اور اس کی برکات روحانیہ کا موازنہ اور مقابلہ کرتے ہوئے بالمقابل رسالہ لکھنے کا چیلنج دیا ہے وہاں اگر پھر بھی کسی کی تسلی نہ ہوتی ہو تو آپ نے اس کو مباہلے کا چیلنج بھی دیا ہے۔ (صفحہ ۳۰۰)

خاکسار کے علم کے مطابق حضور کا یہ سب سے پہلا مباہلے کا اعلان ہے۔

⊙ آپ نے صفحہ ۳۰۲ سے ۳۰۸ تک مضمون مباحلہ تحریر فرمایا ہے کہ سرمہ چشم آریہ کو پہلے پڑھا جائے اور اگر اس کو پڑھنے کے بعد بھی وہ ویدوں کی قرآن پر برتری اور حاکیت کو تسلیم کئے بیٹھا ہو تو پھر مباہلہ کرے۔

آخری صفحات میں حضور نے اس سے قبل قادیان آکر ایک سال رہنے اور نشان دیکھنے کی جو دعوت دی تھی جس میں ۲۴۰۰ روپے انعام بھی رکھا تھا اس کی تفصیلات کا ذکر فرمایا کہ کسی نے اس دعوت کو اس کی شرائط کے مطابق قبول نہیں کیا اب آپ نے اس کتاب میں ایک سال کی مدت کم کر کے صرف ۴۰ دن کر دی اور -/500 روپے انعام رکھا کہ اگر ان دنوں میں کوئی خارق عادت نشان وہ نہ دیکھ سکیں۔

اس طرح آپ نے آئے دن قرآن کریم پر جاھلوں کی طرح اوٹ پٹانگ اعتراضات کرنے والے تمام مذاہب کے عالموں کو چیلنج دیا ہے کہ قرآن پر جو ان کی دانست میں بڑے بڑے اعتراضات ہیں وہ لکھ کر شائع کر دیں میں ان کا جواب دوں گا۔ کسی دوسرے ثالث کی رائے یا خود فریق مخالف حلفاً فیصلہ کر دے۔ تو مغلوب رہنے کی صورت میں فی اعتراض -/50 روپے انعام دوں گا اس طرح خواہ مخواہ فضول اعتراضات کا سلسلہ ختم ہو سکتا ہے۔

اس کتاب کے آخری صفحات پر ایک اشتہار بعنوان "اشتہار محک اخیار و اشرار" ہے جس میں پیشگوئی مصلح موعود پر کچھ اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ کیونکہ پیش گوئی کے کچھ ہی عرصہ بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس پر مخالفین نے شور برپا کیا۔ لڑکی کیوں پیدا ہوئی۔ اس کی حکمت اور فرزند موعود کب پیدا ہو گا۔ اس پر حضور نے روشنی ڈالی ہے جو پیشگوئی کی اہمیت کو مزید اجاگر کرتی ہے اور منجانب اللہ پر بین ثبوت ہے اور ایسا ہی غیر مبائعین کیلئے یہ چند صفحات ہزاروں صفحوں پر بھاری ہیں۔

ایسا ہی اس کتاب کے آخری چار صفحات براہین احمدیہ کے بارے میں اشتہار اور سرمہ چشم آریہ کا رد لکھنے والے کے لئے -/500 روپے کے انعام پر مشتمل ہیں۔

ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم فخر الحق صاحب شمس مہتمم امور طلباء مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو 16 دسمبر 1997ء کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے۔ بچی خدا کے فضل سے تحریک وقف نو میں شامل ہے۔ حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ شفقت بچی کا نام باسمہ شمس عطا فرمایا ہے۔ نومولودہ مکرم و محترم حافظ مبین الحق صاحب شمس کی پوتی اور مکرم و محترم محمد یامین صاحب تاجر کتب آف قادیان کی پڑپوتی ہے۔ اسی طرح نومولودہ مکرم و محترم چوہدری نثار احمد صاحب سراء کی نواسی اور مکرم چوہدری غلام محمد صاحب (سابق باڈی گارڈ حضرت خلیفتہ المسیح الثالث) کی پڑنواسی ہے۔ اللہ تعالیٰ نومولودہ کو صحت و سلامتی والی دراز عمر عطا فرمائے نیز سعادت مند اور خادم سلسلہ بنائے۔ آمین۔

"خدام الاحمدیہ کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری جماعت کا ہر فرد سائنس کے ابتدائی اصولوں سے واقف ہو جائے۔"

(مشعل راہ صفحہ [illegible])

"اردو زبان کو اپناؤ اور اس کو اتنا رائج کرو کہ یہ تمہاری مادری زبان بن جائے اور تمہارا لہجہ اردو دانوں کا سا ہو جائے۔"

(مشعل راہ صفحہ [illegible])

گھر کی دولت

(مکرم چوہدری محمد علی صاحب)

اشک چشم تر میں رہنے دیجئے
گھر کی دولت گھر میں رہنے دیجئے

ریت کی خوشبو' روایت کی مہک
راہ کے پتھر میں رہنے دیجئے

کوئی نامحرم نہ اس کو دیکھ لے
چاند کو چادر میں رہنے دیجئے

گھر کی تصویریں نہ ہو جائیں اداس
آئینوں کو گھر میں رہنے دیجئے

میں اگر سقراط ہوں میرے لئے
زہر کچھ ساغر میں رہنے دیجئے

راہ میں کانٹے بچھا دیجئے' مگر
پھول پس منظر میں رہنے دیجئے

کچھ نہ کچھ تو فرق بہر امتیاز
پھول اور پتھر میں رہنے دیجئے

آپ مضطر جائیے لیکن ہمیں
کوچۂ دلبر میں رہنے دیجئے

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل جلد ۴ شمارہ ۴۹۔ ۵ دسمبر ۱۹۹۷ء صفحہ ۲)

نُخبۃ المُتکلّمین، زُبدۃ المؤلّفین، حدید الفؤاد، فصیح اللّسان

حضرت مولوی حکیم نورالدین ۔ (خلیفۃ المسیح الاوّل ۔) کی تصنیف مُنیف

تصدیق براہین احمدیہ ۔ پر ایک نظر

(مقالہ نگار ۔ سیّد مبشّر احمد ایاز ۔ مدیر خالد)

حضرت خلیفہ المسیح الاول کی کتب کے تعارف پر مشتمل سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ اس ضمن میں تصدیق براہین احمدیہ پر مضمون قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ انشاء اللہ اگلے شماروں میں باقی کتب کا تعارف بھی پیش کیا جائے گا۔ وباللہ التوفیق

حضرت حکیم مولانا نورالدین..... (خلیفۃ المسیح الاول) کا وجود مبارک:۔

حضرت مولوی الحاج حکیم نور الدین صاحب ۱۸۴۱ء میں بھیرہ ضلع شاہ پور (حال ضلع سرگودھا) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام حافظ غلام رسول صاحب تھا۔ آپ کے والد ماجد خود ایک علم دوست شخصیت تھے اور انہوں نے حضور کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور حضور نے بھی اپنے باپ کی اس شفقت اور سہولت سے خوب فائدہ اٹھایا۔ آپ نارمل سکول راولپنڈی میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور اس کے بعد پنڈدادنخان کے سکول کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے۔ لیکن اس دوران بھی آپ نے تحصیل علم کے سلسلہ کو جاری رکھا اور اس زمانے میں ریاضی، جغرافیہ اور دوسرے علوم عربیہ کی تحصیل و تکمیل فرمائی۔ چار سال تک پنڈدادنخان سکول کے مدرس اعلیٰ رہنے کے بعد آپ نے اس ملازمت کے سلسلہ کو ترک کر کے ہندوستان بھر کے بڑے بڑے شہروں کی طرف حصول علم کیلئے پرصعوبت سفر کئے اور علم کی یہی پیاس آپ کو وطن سے باہر لے گئی۔ چنانچہ آپ نے یمن، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں کئی سال مقیم رہ کر مختلف علوم کو حاصل کیا۔

آپ کا کتب خانہ:۔

آپ کے پاس علمی کتب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ جو پورے ہندوستان میں شاذ شاذ ہوگا۔ جس میں بیرون ملک سے منگوائی گئیں نادر و نایاب کتب یا ان کے مخطوطے بھی شامل تھے۔ اس کے ثبوت کیلئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی یہ تحریر کافی و شافی ہوگی۔ آپ اپنے ایک مضمون میں فرماتے ہیں:۔

"حضرت خلیفہ اول کا بے پناہ علمی ذوق بڑے بڑے علماء و مفکرین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتا تھا۔ آپ کو مطالعہ کا بے حد شوق تھا اور اس شوق میں آپ نے بے شمار روپیہ خرچ کر کے اپنی ذاتی لائبریری بنائی تھی۔ جس میں تفسیر' حدیث' اسماء الرجال' فقہ' اصول فقہ' کلام' تاریخ' تصوف' سیاست' منطق' فلسفہ' صرف و نحو' ادب' کیمیا' طب' علم جراحی' علم ہیئت اور دیگر مذاہب وغیرہ کی نادر کتابیں موجود تھیں جن میں کئی قلمی نسخے بھی تھے۔ اور آپ کے شوق کا یہ عالم تھا کہ خود اپنے خرچ پر مولوی غلام نبی صاحب مصری کو مصر بھجوا کر وہاں کی بعض قلمی کتابوں کی نقول منگوائیں اور حق یہ ہے کہ اب تک حضرت خلیفہ اول کا یہ ذاتی کتب خانہ ہی زیادہ تر جماعتی ضرورتوں میں کام آ رہا ہے۔ کئی سیاح اور زائرین قادیان میں اس کتب خانہ کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوتے تھے کہ اس چھوٹے سے قصبہ میں علوم کا یہ نادر خزانہ کہاں سے آ گیا ہے؟ سر شاہ محمد سلیمان جو فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے ایک نہایت بلند پایہ علم دوست جج تھے انہیں ایک دفعہ سپین کی ایک نادر کتاب کی ضرورت پیش آئی جو سارے ہندوستان میں تلاش کرنے کے باوجود کہیں نہیں ملی۔ آخر انہیں پتہ لگا کہ اس کا ایک قلمی نسخہ قادیان میں موجود ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی اجازت سے اس کا یہ نسخہ عاریتاً حاصل کیا اور پھر بحفاظت واپس بھجوا دیا۔ لاریب کئی لحاظ سے حضرت خلیفہ اول کی یہ ذاتی لائبریری ہندوستان میں عدیم المثال تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی بعض تحریروں میں آپ کے کتب خانہ کی بہت تعریف فرمائی ہے اور یہ سب کچھ ایک نہایت محدود ذرائع والے انسان کے ذاتی ذوق و شوق کا ثمرہ تھا اور پھر یہ کتابیں محض جمع کرنے کے جذبہ کے ماتحت نمائشی رنگ میں اکٹھی نہیں کی گئیں بلکہ اس وسیع کتب خانہ کی ہر کتاب حضرت خلیفہ اول کے ذاتی مطالعہ میں آتی تھی اور جا بجا کتابوں کے حاشیہ پر آپ کے قلمی نوٹ پائے جاتے ہیں۔"

(مضمون حضرت مرزا بشیر احمد صاحب۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۵۷۱)

آپ کے بارہ میں چند اہم اور موقر آراء:۔

آپ برصغیر ہندو پاک کے چند ایک چوٹی کے علماء میں سے ایک تھے۔ ایک بار سر سید احمد خان نے ارادہ کیا کہ وہ ہندوستان کے کسی متبحر عالم سے تورات کی تفسیر لکھوائیں تو ان کی نظر جن دو علماء پر پڑی ان میں سے ایک حضرت حکیم نور الدین صاحب تھے۔ ایسے ہی آپ کی مسلمہ علمی فضیلت کے ساتھ ساتھ آپ کے کتب خانہ کی بھی شہرت تھی اور برصغیر کے نامور عالم اس سے استفادہ کرتے تھے۔ آپ کے تبحر علمی کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ سر سید احمد خان صاحب جیسے جہاندیدہ عالم فاضل حضرت مولانا نور الدین صاحب کو علم کی آخری منزل سمجھا کرتے تھے۔ اور اس کا ذکر خود حضور نے ایک خط میں کیا جو کہ ایک نواب صاحب کو آپ نے لکھا۔ آپ اس خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"مجھ خاکسار کی سر سید سے خط و کتابت رہی ہے میں نے ان کو ایک بار کسی تقریب پر عرض کیا تھا۔ جاہل علم پڑھ کر عالم بنتا ہے اور عالم ترقی کر کے حکیم ہو جاتا ہے اور حکیم ترقی کرتے کرتے صوفی بن جاتا ہے مگر جب صوفی ترقی کرتا ہے تو کیا بنتا ہے؟ جس کے جواب میں سر سید نے لکھا کہ وہ "نور الدین" بنتا ہے...... لائبریری کا عالیجاہ آپ کو شوق ہے مگر ہندوستان میں صرف میری لائبریری ہے جس سے سر سید احمد خان اور مولانا شبلی نے ضرور فائدہ اٹھایا ہو گا یا ہے......."

(بحوالہ حیات نور صفحہ ۲۰۸ مصنفہ شیخ عبد القادر صاحب سوداگر مل)

۲۔ اخبار "زمیندار" نے آپ کے علمی کمال کا اظہار ان الفاظ میں کیا:۔

"کہا جاتا ہے کہ زمانہ سو برس تک گردش کرنے کے بعد ایک باکمال پیدا کیا کرتا ہے۔ الحق اپنے تبحر علم و فضل کے لحاظ سے مولانا حکیم نور الدین بھی ایسے باکمال تھے۔"

۳۔ "البلاغ" جولائی ۱۹۱۴ء کی اشاعت میں آپ کے علمی مقام کا تذکرہ کچھ اس طرح کرتا ہے:۔
"ایک ایسی شخصیت جو وسعت علمی کے ساتھ زہد و تورع کے علمی مظاہر کا گنجینہ تھی۔ معارف دینیہ اور دقائق طیبہ کے ساتھ ایک پر وسعت مطالعہ کے امتزاج نے جو صحف آسمانی سے لیکر عام افسانوں پر محیط تھا نور الدین کو ایک ایسی اوج نظر پر فائز کر دیا تھا جہاں نوع انسانی کے جذبات کا طلسم سر آشکار ہو جاتا ہے۔ یہ باعث تھا کہ اس کے معانی پرور تکلم کا ایک ہلکا سا تموج مخالف کی فسوں پرور بلند آہنگیوں پر ایک مہر سکوت بن جاتا تھا۔ اس کی تمام آب و گل جوشش دینی اور وسعت علمی کا ایک پر ندرت مجموعہ تھی۔"

۴۔ اخبار "میونسپل گزٹ" ۱۹ مارچ ۱۹۱۴ء میں لکھتا ہے:۔
"ہندوستان کے....... ایک عالم متبحر و جید فاضل تھے۔...... (دین حق) کے متعلق آپ نے نہایت تحقیق و تدقیق سے کئی کتابیں لکھیں اور معترضین کو دندان شکن جواب دیئے۔......."

۵۔ حضرت حکیم نور الدین صاحب کی علمی برتری اور فضیلت کا اقرار مجبوراً لیکھرام کے ایک دوسرے بھائی بند دھرمپال کو بھی کرنا پڑا۔ جب کہ اس نے ہندوستان میں کافی شہرت حاصل کرنیوالی کتاب "ترک اسلام" لکھی تو اس کے جواب میں حضور نے بھی ایک کتاب "نور الدین" لکھی۔ جس کی بدولت دھرمپال نے آخر کار ہندو مذہب کو ترک کر کے اسلام قبول کر لیا۔ بعد میں ایک بار اس نے ذکر کیا کہ:۔
"میرے اعتراضات کا جواب دینے میں "نور الدین" کے مصنف کا نشانہ علمی معلومات کی بدولت بے خطا ہوتا تھا۔"
(المسلم دسمبر ۱۹۱۴ء بحوالہ دیباچہ "ترک اسلام" صفحہ ۲ مصنفہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری)

محب اپنے محبوب آقا کی نظر میں:۔

اب ایک ایسی ہستی کی رائے ملاحظہ کرتے ہیں کہ جس کے بیان میں مبالغہ آرائی اور قافیہ پیمائی کا تصور کرنا بھی گناہ اور علم و عقل کو سلب کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔ میری مراد حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوۃ والسلام کے وجود مبارک سے ہے۔

حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب کے بارے میں آپ فرماتے ہیں۔
"میرے دوستوں میں ایک دوست سب سے زیادہ محبوب اور میرے محبوں میں سب سے زیادہ مخلص، فاضل، علامہ، عالم رموز کتاب مبین عارف علوم الحکم والدین ہیں جن کا نام اپنی صفات کی طرح مولوی حکیم نور الدین ہے"۔
(ترجمہ از عربی سر الخلافہ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۳۸۱)

پھر فرماتے ہیں:۔
"....... آپ کے کلام میں وہ حلاوت و طلاقت ودیعت کی گئی ہے جو دوسری کتابوں میں نہیں پائی جاتی اور آپ کی فطرت کیلئے خدا کے کلام سے پوری پوری مناسبت ہے....... آپ بڑے بڑے میدانوں کے شہسوار ہیں ان کے لئے یہ قول صادق آتا ہے۔
لکل علم رجال و لکل میدان ابطال" (آئینہ کمالات اسلام ترجمہ از عربی عبارت صفحہ ۵۸۷)

مزید فرماتے ہیں:۔
"....... اس کا حلم پہاڑوں سے بڑھ کر ہے۔ اس نے اللہ کی خاطر تمام دنیاوی تعلقات کو خیر آباد کہہ دیا اور اپنی تمام ترخوشیوں کا منتہی قرآن مجید کو قرار دے دیا۔ اس نے خدا کی راہ میں خرچ کرنا اپنا مسلک بنالیا ہے اور حصول علم اپنا مدعا و مقصد بنالیا ہے۔ حلم اس کی سیرت ہے اور توکل اس کا انحصار ہے اور اس جیسا عالم میں نے دنیا جہان میں نہیں دیکھا۔ اور اس جیسا عبقری میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ وہ خدا کے چنیدہ بندوں میں سے ہے اور میں لوگوں کی تعریف کرنا اور ان کی خوبیوں کو بیان کرنا ناپسند کرتا ہوں مبادا ان کو نقصان پہنچے۔ لیکن میں انہیں دیکھتا ہوں کہ وہ

ان لوگوں میں سے ہیں جن کے جذبات نفسانی مر چکے ہوں اور جن کی مادی خواہشات زائل ہو چکی ہوں اور وہ ہر قسم کے ایسے نقصان کے خوف سے امن میں آچکے ہوں۔ اور اس کے کمال کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب انہوں نے (دین حق) کے زخموں کو دیکھا اور اس کو غریب الوطن اور سرگردان پایا اور اس کو اس درخت کی طرح پایا کہ جس کو جڑ سے اکھاڑ دیا گیا ہو تو اس کا دل ہم و غم سے بھر گیا اور اس کی زندگی (دین حق) کے غم سے مکدر ہو گئی اور وہ دنیا کی تڑپ سے بے چین ہو کر اس کی مدد کیلئے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے ایسی کتب تصنیف کیں جو کہ وافر معانی کے فوائد اور دقائق کثیر پر مشتمل ہیں اور جن کی نظیر پہلی کتابوں میں نہیں ملتی۔ ان کتب کی عبارتیں اپنے اختصار و ایجاز کے باوجود فصاحت و بلاغت سے پر ہیں اور عمدگی اور حسن و خوبصورتی اس کے الفاظ میں ہے۔ جو ان کتب کے دیکھنے والوں کو شراب طہور پلاتے ہیں اور اس کی کتابوں کی مثال اس ریشم کی مانند ہے جس کو "عبہر" خوشبو سے معطر کیا گیا ہے۔ پھر اس میں کثرت سے موتی، جواہرات اور کستوری بھر دی گئی ہو اور پھر اس میں عنبر خوشبو ڈال کے ان تمام خوشبوؤں اور جواہرات کا مرکب تیار کیا گیا ہو۔ بلاشک و شبہ ان کتب میں وہ تمام خوبیاں ایک جگہ جمع ہیں جو دیگر کتب میں الگ الگ متفرق طور پر تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے اچھوتے نکات اور اعلیٰ علمی باتوں کی بناء پر یہ دیگر کتب پر فوقیت لے گئیں اور اپنے براہین و دلائل کی بناء پر دلوں کو اپنے قبضہ میں لینے میں باقی تمام کتب سے بڑھ کر ہیں۔ مبارک اُن کے لئے جو ان کتب کو حاصل کرے اور ان کی معرفت پر اطلاع پائے اور گہری نظر سے ان کو پڑھے۔

اور جو بھی قرآن مجید کے پوشیدہ امور کو حل کرنا چاہتا ہے اور اس کے اسرار کا علم چاہتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ ان کتب کا گہری نظر سے مطالعہ کرے اور ان سے اپنے آپ کو وابستہ کرے کیونکہ یہ کتب ہر ذہین طالب علم کی ضرورت کی کفیل ہیں ان کے پھولوں کی لپٹیں دلوں کو موہ لیتی ہیں اور ان کی شاخیں پھلوں سے لدی ہوئی ہیں اور لاریب یہ کتب وہ باغ ہیں کہ جس کے پھل جھکے ہوئے ہیں اور جس میں کوئی بھی فضول چیز نہیں ہے اور جو پاک منش لوگوں کیلئے ہیں۔ ان کتب میں سے ایک فصل الخطاب ہے اور ان میں سے ایک "تصدیق البراہین" ہے ان کتب کے مفہوم کی عظمت اپنے الفاظ کی متانت اور لطافت کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ یہاں تک کہ کتابوں کے مولفین کیلئے ایک نمونہ بن گئی ہیں اور ہر متکلم اسی نہج پر کتب لکھنے کی تمنا کرتا ہے اور بڑے بڑے علامہ ان کتب کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور ان کتب کے جواہرات گردنوں میں زیب تن کئے جانے والے جواہرات پر فوقیت لے گئے اور ان کے موتی سمندروں کے موتیوں سے بڑھ گئے اور یہ آپ کے کمالات کی قطعی دلیل ہے۔......."

(ترجمہ از عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۸۳ تا ۵۸۴)

پھر فرماتے ہیں:۔

"آپ (مومنوں) کا فخر ہیں اور آپ کو قرآنی دقائق کے استخراج اور حقائق فرقان کے خزانوں کی اشاعت میں عجیب ملکہ حاصل ہے آپ ایک بے مثال وجود ہیں جس کے ایک ایک لمعہ سے انوار کی نہریں بہتی ہیں اور ایک ایک رشحہ سے فکروں کے مشرب پھوٹتے ہیں اور یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ آپ نخبۃ المتکلمین اور زبدۃ المولفین ہیں۔ لوگ آپ کے آب زلال سے پیتے اور آپ کی گفتگو کی شیشیاں شراب طہور کی طرح خریدتے ہیں۔ آپ ابرار و اخیار اور مومنوں کا فخر ہیں...... آپ نہایت ذکی الذہن، حدید الفواد، فصیح اللسان، نخبۃ الابرار اور زبدۃ الاخیار ہیں...... امیدیں آپ کے ساتھ وابستہ کی گئی ہیں آپ خدام دین کے سردار ہیں اور میں آپ پر رشک کرنے والوں میں سے ہوں۔

...... آپ کا حملہ دین کے دشمنوں پر شیر ببر کے حملہ کی طرح ہوتا ہے۔ آپ نے آریوں کے مسائل کو کھودا اور نقب لگا کر ان بیوقوفوں کی زمین میں اترے اور ان کا تعاقب کیا اور ان کی زمین میں زلزلہ بپا کر دیا اور اپنی کتابوں کو مکذبین کے رسوا کرنے کیلئے نیزوں کی طرح سیدھا کیا۔ خدا تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ سے ہندوؤں کو شرمندہ کیا...... اور وہ مردوں کی طرح ہو گئے......" (آئینہ کمالات اسلام ترجمہ از عربی عبارت۔ ایضاً)

تصنیف تصدیق براہین احمدیہ :۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "براہین احمدیہ" تصنیف فرمائی جس میں دس ہزار روپے کا اشتہار بھی دیا کہ جو بھی اس کا جواب لکھے یا اس کے مقابل پر کتاب لکھے اس کو دیا جائے گا۔ اس کے مقابل پر ہندوؤں کی نمائندگی میں ایک شخص پنڈت لیکھرام نے "تکذیب براہین احمدیہ" نام سے کتاب لکھی۔ (اس کی تفصیل ذرا بعد میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے)

حضرت خلیفتہ المسیح الاول نے حضرت مسیح موعود سے عرض کیا کہ مجھے کوئی مجاہدہ بتایا جائے۔ تو حضور نے آریہ مذہب کے رد میں لکھنے کا ارشاد فرمایا چنانچہ اس کی تکمیل میں آپ نے "تصدیق براہین احمدیہ" جیسی لاجواب کتاب تصنیف فرمائی۔ اس تصنیف پر ریویو فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"حضرت مولوی صاحب علوم فقہ اور حدیث اور تفسیر میں اعلیٰ درجہ کی معلومات رکھتے ہیں فلسفہ اور طبعی قدیم اور جدید پر نہایت عمدہ نظر ہے۔ فن طبابت میں ایک حاذق طبیب ہیں۔ ہر ایک فن کی کتابیں بلاد مصر و عرب و شام و یورپ سے منگوا کر ایک نادر کتب خانہ تیار کیا ہے اور جیسے اور علوم میں فاضل جلیل ہیں مناظر دینیہ میں بھی نہایت درجہ نظر وسیع رکھتے ہیں بہت ہی عمدہ کتابوں کے مولف ہیں۔ حال ہی میں کتاب تصدیق براہین احمدیہ بھی حضرت ممدوح نے ہی تالیف فرمائی ہے جو ہر ایک محققانہ طبیعت کے آدمی کی نگاہ میں جواہرات سے بھی بیش قیمت ہے۔" (فتح اسلام بحوالہ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۷ حاشیہ)

تکذیب براہین احمدیہ کا ایک سرسری سا جائزہ:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ لکھ کر اس کے جواب کا چیلنج دیا تو (دین حق) کے دشمنوں میں ایک جوش کی سی کیفیت پیدا ہوئی اور ہر یک قوم نے کوشش کی کہ اس نور کو منہ کی پھونکوں سے بجھایا جائے۔ اخبار سفیر ہند امرتسر، نور افشاں لدھیانہ اور رسالہ ودیا پرکاشک امرتسر اس جوش مخالفت میں پیش پیش تھے۔ پہلے دو رسالوں میں عیسائیوں اور دوسرے رسالہ میں آریہ مذہب والوں نے خاص طور پر طوفان بے تمیزی برپا کیا اور براہین کی تردید و تکذیب کا اعلان ہی نہیں کیا بلکہ سب و شتم سے بھی کام لیا جس پر دکھ اور شکوے کا اظہار حضور نے براہین احمدیہ میں بھی کیا۔ (دراصل براہین احمدیہ کے حصہ اول کے شائع ہوتے ہی یہ شور برپا ہوا چنانچہ حصہ دوم میں آپ نے اس کا اظہار کرتے ہوئے) فرمایا:۔

"کئی ایک پادری صاحبوں اور ہندو صاحبوں نے جوش میں آکر اخبار سفیر ہند اور نور افشاں اور رسالہ ودیا پرکاشک میں ہمارے نام طرح طرح کے اعلان چھپوائے ہیں جن میں وہ دعوے کرتے ہیں کہ ہم ضرور اس کتاب کا رد لکھیں گے اور بعض صاحب ڈوموں کی طرح ایسے ایسے صریح ہجو آمیز الفاظ استعمال میں لائے ہیں کہ جن سے ان کی طینت کی ناپاکی ظاہر ہوتی ہے گویا وہ اپنی اوباشانہ تقریروں سے ہمیں ڈراتے ہیں اور دھمکاتے ہیں مگر انہیں معلوم نہیں کہ ہم تو ان کی تہ سے واقف ہیں اور ان کے جھوٹے اور ذلیل اور پست خیال ہم سے پوشیدہ نہیں ہم کیا ڈریں گے اور وہ کیا ڈرائیں گے۔ آپ صاحبوں کو قسم ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقف نہ کریں۔ افلاطون بن جاویں، بیکن کا اوتار دھاریں، ارسطو کی نظر فکر لاویں اپنے مصنوعی خداؤں کے آگے استمداد کے لئے ہاتھ جوڑیں پھر دیکھیں ہمارا خدا غالب آتا ہے یا آپ لوگوں کے باطلہ آلہ اور جب تک اس کتاب کا جواب نہ دیں تب تک بازاروں میں عوام کالانعام کے سامنے اسلام کی تکذیب کرنا یا ہنود کے مندروں میں بیٹھ کر ایک وید کو ایشر کرت اور ست ودیا اور باقی سارے پیغمبروں کو مفتری بیان کرنا صفت حیا و شرم سے دور ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۲ ٹائیٹل پیج)

چنانچہ ان میں سے ایک شخص اٹھا جو بیکن کا روپ تو دھارنے کی حیثیت نہیں رکھتا تھا البتہ ابلیس کے ظل کامل کا روپ دھارنے میں کامیاب ہوا اور افلاطون اور ارسطو کی نظر فکر تو نہ لا سکا البتہ ڈوموں اور اوباشوں کا استاد ثابت ہوا اور ان کے لئے ایک نظر فکر ضرور چھوڑ گیا۔ اور اس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "تکذیب براہین احمدیہ" رکھا' یہ تھا اس کا مصنف پنڈت لیکھرام پشاوری۔

گو کہ براہین احمدیہ کی مخالفت میں ریویو کی طرز پر پادری بی۔ ایل۔ ٹھاکر داس اور برہموؤں کی طرف سے پنڈت سیتانند اگنی ہوتری نے بھی لکھا اور اعتراضات کئے البتہ کتابی شکل میں ان اعتراضات کو جمع کرنے میں لیکھرام کی بدنصیبی کا قرعہ نکلا۔

۱۸۶۰ء میں پیدا ہونے والا یہ شخص جو کہ پولیس میں ملازمت کرتے ہوئے آہستہ آہستہ آریہ سماج کے ایک پرجوش کارکن کی حیثیت سے ابھرا۔ علم و تحقیق کے میدان میں تو اس کی حیثیت معمولی سی تھی لیکن اس کی کمی اس نے گالیوں' استہزاء اور تمسخرانہ پن اور بدزبانی سے پوری کی اور بڑے بڑے بدزبان پادریوں اور کنہیا لعل الکھ دھاری اور اندر من مراد آبادی جیسوں کے بھی کان کاٹے۔ اور یوں یہ نوجوان آریہ۔ آریہ سماج میں' آریہ مسافر کی حیثیت سے جانا گیا۔ ۳۳ کے قریب اس کی کتب ہیں جن میں سے ایک "تکذیب براہین احمدیہ" ہے۔

"تکذیب براہین احمدیہ" جیسے کے نام سے ظاہر ہے کہ براہین احمدیہ کا جواب نہیں ہے۔ براہین احمدیہ میں موجود دلائل کا رد بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ مصنف براہین احمدیہ کا چیلنج تھا۔ بلکہ یہ تو "تکذیب" کی کوشش ہے ان صداقتوں کی جو اس کتاب میں موجود ہیں۔ کتاب چھپنے سے بھی پہلے یہ اعلان ہو چکا تھا کہ ہم جواب لکھیں گے۔ مطلب یہ کہ جو مرضی مرزا صاحب لکھیں ہم نے اس کی تکذیب کرنی ہی کرنی ہے۔ اس لئے اس کا نام بھی "تکذیب" ہی رکھا۔ اور کتاب پڑھ کر یہ بات بالکل سچ ثابت ہوتی ہے کہ مخالفت برائے مخالفت ہے۔ حالانکہ اصول تو یہ ہونا چاہئے کہ فریق مخالف کی بات سن کر اس پر غور کیا جائے۔ غور کا وعدہ کیا جائے اور پھر گہرے غور و فکر اور علمی تحقیق کے بعد اس کے حسن و قبح کا اظہار ہو۔ اور اگر حق کی تلاش ہو تو مزید سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو۔ لیکن یہ کتاب یکسر اس سے عاری ہے۔ یہ کتاب ہر قسم کے اخلاقی اصولوں اور تہذیب و شائستگی سے بھی عاری ہے۔ استہزاء اور تمسخر اور ہنسی اور ٹھٹھے اور زبان درازیوں کی عفونت سے بھری ہوئی ایک پوٹلی ہے۔ جس کو بڑا ہی جی کڑا کر کے پڑھا جا سکتا ہے۔ میں قارئین کی طبع سلیم کو مکدر نہیں کرنا چاہتا لہٰذا اس کی تفصیلات کو چھوڑتا ہوں۔ البتہ اس کی اس کتاب کے بارے میں حکم و عدل اور کرشن ثانی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے کیا فرمایا اس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"ہماری کتاب براہین احمدیہ کے رد میں اسی ہندو نے جس کا نام عنوان میں درج ہے (عنوان تھا "لیکھرام پشاوری کے علم اور عقل کا نمونہ"۔ ناقل) چند اوراق چھپوائے ہیں اور جیسا کہ ان لوگوں کی عادت ہے بہت کچھ افتراء اور بے جا توہین اور ایک بدبودار بیوقوفی کے ساتھ قرآن شریف پر اعتراض کئے ہیں۔ یہ کتاب جس کا نام "تکذیب براہین احمدیہ" رکھا ہے اس شخص کی لیاقت علمی و اندازہ عقلی کا ایک آئینہ ہے ہمیں ہرگز امید نہیں کہ تمیز دار ہندو اس کتاب کو پڑھ کر پھر یہ رائے ظاہر کر سکے کہ اس کے مولف کو عقل اور فہم اور علم دین سے کچھ حصہ ہے یا تہذیب اور شرافت سے اس کی فطرت کو کچھ تعلق ہے۔ اس کتاب کی حقیقت سے ہمیں بخوبی واقفیت ہے اور ہمیں اس وقت ان ہندوؤں کی عقل پر نہایت افسوس ہے جنہوں نے ایک ایسے جاہل لاعقل کے سیہ کردہ کاغذات کو قیمتاً خریدنا چاہا ہے......"

(شحنہ حق صفحہ ۲۔ ۳ (طبع اول) روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۳۲۵۔ ۳۲۶)

(قارئین کے ازدیاد علم کے لئے عرض ہے کہ تکذیب براہین احمدیہ کی کچھ باتوں کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "شحنہ حق" میں بھی ہے گو کہ اصولی جواب تو حضور کی کئی کتب میں بار بار آ چکے ہیں مثلاً سرمہ چشم آریہ' شحنہ حق' پرانی تحریریں' چشمہ معرفت وغیرہ میں اور اس طرح تکذیب براہین احمدیہ کے جواب میں ایک اور عالم مولوی ابو رحمت حسن نے بھی "تہذیب المکذبین" کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۱۲۸)

یہ کتاب یعنی تکذیب براہین احمدیہ دو حصوں میں ہے۔ حصہ اول اور حصہ دوم۔ لیکن ہوا یہ ہے کہ براہین احمدیہ کے رد میں جو کتاب شائع ہوئی وہ صرف حصہ اول تھا اور وہ بھی ۱۰۲ صفحات۔ جو کہ ۱۸۸۷ء میں شائع ہوا۔ باقی (دوسرا حصہ) کتاب کا' لیکھرام کی وفات کے بعد آریہ سماج کی

طرف سے شائع کیا گیا ہے جو کہ لیکھرام کے صرف نوٹس تھے کچھ جن کو خود نئے سرے سے تیار کر کے شائع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ تکذیب کو شائع کرنے والے ایڈیٹر "کلیات آریہ مسافر" منشی رام جگیاسو لکھتے ہیں۔

"...... اس کتاب کی تکمیل میں بڑی بھاری رکاوٹوں کا سامنا پڑا۔ میں نے اس کام کو ہاتھ میں لیتے وقت سمجھا تھا کہ پنڈت جی کتاب کو مکمل کر چکے ہوں گے لیکن جب پڑتال کی گئی تو معلوم ہوا کہ اکثر باب بالکل نامکمل ہیں بعض جگہوں میں فریق مخالف کے اعتراضات درج کر کے جوابوں کے لئے جگہ چھوڑی ہوئی تھی اکثر جگہوں میں عبارت پڑھی نہیں جاتی تھی اور کئی جگہ پنسل کا لکھا ہوا تھا...... قریباً ۱۰۲ صفحے کتاب کے پنڈت جی کی زندگی میں لکھے جا چکے تھے۔ ان میں کچھ میں نے چھپوائے لیکن چونکہ کتابت ٹھیک نہ تھی اس لئے باقی کل کاپیاں ردی کر دی گئیں......"

(کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۲۴ دیباچہ تکذیب براہین احمدیہ جلد دوم صفحہ ۱)

خیر کچھ بھی ہو۔ ان صاحب نے کتاب لکھی۔ اس میں جو بھی لکھا اس کا بدلہ وہ ۱۸۹۷ء کو پا گیا۔ جب خدا کے غضب کی صفت کا اظہار اس نے خود دیکھ لیا۔ البتہ ہمیں اس تکذیب کے جواب میں لکھی جانیوالی کتاب "تصدیق براہین احمدیہ" کی صورت میں علوم و معرفت کا ایک اور خزانہ مل گیا۔ اور اس خوبصورت اجر حسن کو دیکھ کر تو دل کرتا ہے کہ وہ سو صفحات کی کتاب نہ لکھتا بلکہ ہزار صفحوں کی کتاب لکھتا۔ بہرحال تکذیب کے جواب میں حضرت خلیفہ المسیح الاول حکیم مولوی نور الدین صاحب نور اللہ مرقدہ نے جو کتاب لکھی۔ اس کا نام "تصدیق براہین احمدیہ" رکھا گیا۔ یہ کتاب ۱۸۹۰ء میں لکھی گئی۔ اور اس کے ساتھ جلد اول بھی لکھا گیا۔ شاید تکذیب براہین احمدیہ میں شامل ضمیمہ جات یا چونکہ وہ بھی جلد اول تھی اور اس کے دوسرے حصے کے جواب کیلئے اس پر بھی جلد اول لکھا گیا ہو کہ جب اس کا دوسرا حصہ شائع ہو گا تو ہم اس کا دوسرا حصہ شائع کریں گے۔ تصدیق براہین احمدیہ کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا۔ اور خاکسار کے علم کے مطابق اس کے دو ایڈیشن ہی ہیں ابھی تک (واللہ اعلم بالصواب)۔ ان میں سے ایک ایڈیشن کی کتاب کے صفحات ۲۱۶ ہیں اور دوسرے کے ۳۳۴ صفحات ہیں۔ لیکن صفحات کا یہ فرق مضامین کا اضافہ یا کمی کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ صرف طرز کتابت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ ایک ایڈیشن میں اس کی کتابت بہت کھلی کھلی اور ذرا جلی حروف میں ہے۔

حضرت حکیم مولانا نور الدین (خلیفہ المسیح الاول......) کی کتاب "تصدیق براہین احمدیہ" میں تکذیب براہین احمدیہ میں اٹھائے گئے سوالات و اعتراضات کا صفحہ بہ صفحہ جوابات دیتے ہوئے "تکذیب" کے سو صفحات کا جواب دیا گیا ہے۔ اس کتاب کے زبردست علمی اور تحقیقی مضامین کا قدرے تفصیلی جائزہ لینے سے قبل اجمالاً اس کے مضامین کا تذکرہ کیا جانا مناسب معلوم ہو گا تاکہ تصدیق کے مضامین کا ایک سرسری سا نظارہ قارئین کے سامنے آسکے۔

آپ نے اس میں ہندوستان، ایران اور عرب کی روحانی حالت کا نقشہ بیان کیا ہے۔ اور شرک کے بدنتائج کا تذکرہ فرمایا ہے۔ قرآن کریم کے مناظروں اور بحث مباحثہ کے متعلق اصولی تعلیم، لفظ معجزہ کی لغوی بحث اور آنحضرت ﷺ کے معجزات، اسلام میں جبر و اکراہ اور نعمائے بہشت پر اعتراضات کا جواب، قرآن اور وید کے احکامات جنگ کا موازنہ، قرآن پر کتب سابقہ کے اقتباس کا اعتراض اور اس کا جواب، یاجوج ماجوج اور ذوالقرنین کی پر معارف تفسیر، ارواح کے قدیم اور غیر مخلوق ہونے پر ناقابل تردید دلائل، اور روح کی تفصیل و تفسیر، اللہ تعالیٰ کی صفات بیان فرمودہ قرآن پر اعتراضات کے جواب، آدمؑ کی تخلیق کے قصہ اور اس کی جنت کے متعلق عرفان انگیز تحقیق، وجود باری تعالیٰ اور اس کے دلائل، گوشت خوری اور جانوروں کے ذبح کرنے پر اعتراض اور اس کا حکیمانہ و عالمانہ جواب، مالک یوم الدین اور سورہ النجم کی پر معارف تفسیر اور معترض کے اعتراض کا جواب، قرآن مجید کی مختلف آیات اور اعتراضات اور ان کے جوابات، مسلمانوں پر غیر مذاہب والوں کی کتب جلا دینے کا اعتراض اور اس کا جواب، پھر قرآن مجید کے مضامین کا اجمالی خاکہ کا بیان ہے اور اس کے علاوہ ضرورت قرآن پر تفصیلی مقالہ اس کتاب کا حصہ ہے جو مصنف تکذیب اور اس کے حامیوں کیلئے ایک ناقابل تردید دلائل سے مرصع و مسجع مضمون ہے۔ کتاب کے آخر پر وید کی قدامت اور دیگر مختلف اعتراضات کے جواب بطور یادداشت کے ہیں۔

کتاب کا آغاز ایک انٹروڈکشن سے ہوتا ہے جو اپنی ذات میں ایک جامع اور مانع مضمون ہے کہ صرف اسی مضمون کو تعصب سے پاک نظر سے

دیکھنے سے دل کے پردے خود بخود اترنے شروع ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید اور صاحب قرآن۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی فضیلت کا اقرار کئے بغیر چارہ نہیں رہتا۔

اس میں آپ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اضداد کا مقابلہ تو ہمیشہ ہوتا چلا آیا ہے۔ سعید اور شقی' مومن اور کافر کا جھگڑا تو ازل سے ہو رہا ہے اور ان میں سے ایک بالآخر فتح یاب ہوتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ گو ہر بار مدمقابل نئے روپ' نئی زبان اور نئے ہتھیاروں سے لیس ہو کر میدان میں اترتے ہیں مگر دراصل دعویٰ وہی پرانا ہے۔ اور آدم اور شیطان کا پرانا اور ابتدائی واقعہ ہی دراصل ایک نئے رنگ میں دہرایا جا رہا ہوتا ہے۔ اور اس ساری صورت حال میں یہ بات فروگذاشت کے قابل نہیں ہے کہ ایک گروہ کمزور' ناتجربہ کار اور غربا پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ گروہ بہرحال پسپا اور ناکام ہو گا لیکن انجام کار دنیا دیکھتی ہے کہ یہ حقارت کی نگاہ سے دیکھا جانے والا گروہ حیرت انگیز کامیابی اور فتح سے ہمکنار ہوتا ہے اور یہ عجیب و غریب راستی کا معیار ہے اور یہی ہمیشہ ہر ملک میں تعجب انگیز اور راحت بخش معجزہ اور الٰہی نشان ہے۔

◉ حضرت حکیم مولانا نور الدین (خلیفہ المسیح الاول......) نے اس کتاب میں ہندوستان' ایران اور عرب کی تمدنی' اخلاقی اور روحانی حالت کی ابتری کا نقشہ کھینچتے ہوئے اس کے بالمقابل آنحضرت ﷺ اور قرآن کی فضیلت کو بڑے واضح انداز سے ثابت کیا ہے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں۔

"حضور علیہ السلام نے ایسے وقت جب تمام دنیا پر روحانی تمدنی اور اخلاقی حالت کی نسبت ظلمت اور تاریکی چھائی ہوئی تھی اور دنیا کے لوگ گم کردہ راہ بھول میں مبتلا تھے۔ آفتاب کی مانند طلوع فرما کر راہ نمائی کا بیڑا اٹھایا اور لگے لوگوں کو ظلمات سے نور کیطرف۔ خدا کے واسطے ذرا غور تو کرو۔ اس سراج منیر کی نور افشانی کے وقت تمام آباد دنیا کا کیسا حال تھا۔"

مذہبی مناظروں میں قرآنی تعلیم:۔

پھر آپ نے مصنف تکذیب اور اس کے دوسرے بھائی بندوں کی سخت کلامی اور بدتہذیبی کا تذکرہ فرماتے ہوئے اس خوبصورت انداز میں ان کو ملزم کیا ہے کہ جس سے ان کی مقتدا و راہنما کتاب وید کے بالمقابل قرآن کی تعلیم کی برتری بھی کھل کر سامنے آتی ہے۔ چنانچہ مصنف تکذیب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"کیا آپ نے اور آپ کے عالی جناب اندرمن (اندرمن مراد آبادی مراد ہیں جو کہ ایک دوسرا مشہور ہندو عالم اور مخالف اسلام تھا اور بے شمار کتب اس نے اسلام کے خلاف لکھیں جس میں شدید بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا۔ مضمون نگار) نے تہذیب سے کام نہ لینے میں کچھ کمی فرمائی ہے؟ بالفرض اگر مرزا صاحب نے آپ کے نزدیک تہذیب کے خلاف سخت کلامی سے کام لیا تھا تو کیا آپ مرزا صاحب کے پیرو تھے؟ آپ کو دعویٰ ہے کہ آپ ایک کامل کتاب کے متبع ہیں برائی کا پیرو کیا۔ آریہ اور سریشٹ (نیک) ہو سکتا ہے؟ کیا آپ کی کامل کتاب یہ چال سکھاتی ہے جو آپ نے تکذیب میں برتی ہے؟ قرآنی طرز مباحثات میں جو خوبی ہے۔ گزارش کرتا ہوں قرآن کریم منادی' مناظرات اور جدال کے وقت حکم کرتا ہے ادع الی سبیل ربک بالحکمہ.....الخ اپنے رب کی طرف حکمت اور اچھے وعظ سے (لوگوں کو) بلا اور ان سے پسندیدہ طرز سے مباحثہ کر' تیرا رب انہیں بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گئے اور راہ پانے والوں کو بھی جانتا ہے۔ ہر ایک سلیم الفطرت دنیا کے معاملات کا واقف خوب جانتا ہے کہ بعض لوگ صبر سے کام نہیں لے سکتے اور یہ بھی کہ بعض اوقات چشم پوشی صبر' درگذر نقصان عظیم کا موجب ہوتی ہے۔ فطری قویٰ میں انتقامی طاقت بھی سلیم الفطری انسان کے ساتھ لازمی ہے پھر اگر کوئی قوت انتقام کو ہی کام میں لاوے اور مقابلہ ہی چاہے تو اسے بھی قرآن کی طرح نیک روی کی تعلیم کرتا ہے اور کس طرح صبر اور نرمی کی ترغیب دیتا ہے۔ (ترجمہ آیت قرآنی۔ اور اگر تم سزا دو تو اتنی جتنی تمہیں دی گئی ہے۔ اور اگر تم صبر کرو تو صابروں کے حق میں تو وہ بہت ہی بھلا ہے۔) قرآن کی تعلیم سبحان اللہ کس حکیمانہ طرز کی ہے اور کیوں نہ ہو؟ عزیز حکیم کی تعلیم ہے۔" (تصدیق براہین احمدیہ صفحہ ۲۷'۲۸)

یوں حضور نے مصنف تکذیب لیکھرام کی بدزبانیوں کا ایسا پر حکمت اور انصاف پر مبنی جواب ان چند سطروں میں دے دیا کہ وہ بدتہذیبی اور

شوخی کی تحریرات پر مبنی سینکڑوں صفحات پر اگر پہلے فخر کرتا تھا تو اب شرمندہ اور نادم ہوا ہوگا۔ بلکہ ہر وہ شخص جو رتی بھر انصاف کی رمق رکھتا ہے وہ صاحب تکذیب کی ایسی تحریرات کو نفرین کی نگاہ سے دیکھے گا اور ان تحریرات کو باعث ندامت اور ذلت سمجھنے لگے گا۔ اور قرآن کے اسلوب مباحثہ کو افضل و برتر سمجھنے میں کوئی تردد نہیں کرے گا۔

معجزات سے انکار اور اس کا جواب:۔

اسلام کے متعلق ایک بہت ہی عام اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اسلام نے یا آنحضرت ﷺ نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ حالانکہ جتنا یہ گھسا پٹا اعتراض ہے اتنا ہی جہالت اور کم علمی پر مبنی اعتراض ہے۔ البتہ مصنف تکذیب اس جہالت کے ساتھ ساتھ اپنی شوخی اور زبان درازی کا ذخیرہ بھی وافر مقدار میں رکھے ہوئے ہے۔ جس کا اظہار اس کی کتاب تکذیب سے جگہ جگہ ہوتا ہے۔ بلکہ اس میں ہے ہی وہی۔ اب اس جگہ اس کا اعتراض جو اس کی کتاب کے حوالے سے بہت ہی ہلکا اور "شائستہ" ہے یہاں درج کرتا ہوں وگرنہ تو اس کی تحریر کو من و عن نقل کرنا ہی بہت مشکل ہے۔

معترض لکھتا ہے۔　"محمدی اور عیسوی معجزات اب قدر کے لائق نہیں شعبدہ بازی روتی ہے"

حضرت خلیفۃ المسیح الاول جس شائستگی اور وسعت حوصلہ اور کمال علم و معرفت کے ساتھ اس کا جواب دیتے ہیں تو عقل اس معترض پر روتی ہے کہ کیسے کیسے حجاب ان محروموں کو اندھا اور بے بہرہ کئے ہوئے تھے۔ حضور اس کا جواب دیتے ہوئے کیا پر معارف جواب دیتے ہیں اس کو ملاحظہ فرمائیے:۔

"اول تو آپ نے خود تکذیب کے صفحہ ۱۹۳ میں کئی آیت لکھ دیئے ہیں۔ جن سے آپ نے اپنے خیال میں ثابت کرلیا ہے کہ قرآن شریف میں محمد صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے معجزات سے انکار فرمایا۔ اپنی کتاب "خبط" (اس کی ایک اور "خبط احمدیہ"۔ ناقل) نام میں اور ایسے دلائل دیئے ہیں جن سے بزعم خود ثابت کرلیا ہے کہ محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے معجزات سے انکار فرمایا۔ پس میں کہتا ہوں کہ اگر محمد ﷺ نے معجزات سے انکار فرمایا تو آپ کا اعتراض کس قدر اور خوبی کا رہا! اور بطریق اولیٰ آپ ہی کے قوم کے موافق اسلام ہر قسم کے شعبدوں سے بری ٹھہرا۔

دوم یہ عربی لفظ معجزہ قرآن کریم میں محمد ﷺ کی نسبت نہیں آیا اگر معجزے کے معنی شعبدہ بازی اور بھان متی کا تماشا ہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ شعبدہ بازی کا دعویٰ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ نے کہیں نہیں فرمایا۔ آپ عربی دانی کے بڑے مدعی ہیں۔ قرآن کریم میں کہیں دکھلایئے کہ حضرت نے شعبدہ بازی کا دعویٰ کیا ہو۔ بلکہ صحیح احادیث کی اعلیٰ طبقہ کی کتابوں بخاری، مسلم اور ترمذی میں اس لفظ معجزہ کا پتہ دیجئے۔ ہاں ایک صورت آپ کی صحیح کلام کی بن سکتی ہے جب ہادی اسلام نے شعبدہ بازی کا دعویٰ نہ کیا اور اس کو کام میں نہ لائے۔ تو بے شک شعبدہ بازی روتی ہوگی کیونکہ قدر کے لائق نہیں رہی۔ اگر قدر کے لائق ہوتی تو اسے اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ، برگزیدوں کا سردار اور اللہ تعالیٰ کا پیارا خاتم الانبیاء ﷺ ترک نہ فرماتا۔ جب انہوں نے شعبدہ بازی کو ترک فرمایا اور آپ کے کروڑوں فرمان برداروں نے آپ کی باعث نجات پیروی کو اختیار کر کے شعبدہ بازی کو چھوڑ دیا اور لغو جانا تو بے ریب شعبدہ بازی روئے گی اور روتی ہے مگر اکثر اہل ہند اور آریہ ورت کا شکریہ کرے جس کی طفیل اس کو ہند میں اب تک جگہ مل رہی ہے۔ اگر انکار ہو تو آپ کا اور آپ کے بعض عالی جنابوں کا امرتسر سے تعلق ہے وہاں بت پرست آپ کے بھائی بند اس کے لئے چندہ جمع کر رہے ہیں دیکھ لیجئے۔

سوم معجزہ کے معنی عربی میں دوسرے کو عاجز کر دینے والا ہیں۔ آپ لغت عرب میں تحقیق کرلیں اور بعد تحقیق کامل اور انصاف محمدی اور عیسوی معجزات کی تصدیق کے واسطے کچھ تو اپنی تاریخ ہند سے کام لیں اور کچھ ہمارے آثار دیکھ لیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ آپ کو محمدی اور عیسوی معجزات یا

مجمیوں اور عیسائیوں کے افعال معجزہ سے ہرگز انکار نہ ہوگا.........

چہارم اب اثبات معجزہ کیجئے اور جب معجزہ ثابت ہوگیا تو بھی آپ کا اعتراض اٹھ گیا۔ یہاں میں نے معجزہ کے معنی خرق عادت بھی مان لئے ہیں۔ مگر بغور پڑھئے آپ کو تواریخ عرب سے عیاں ہوگا کہ حضور (فداہ ابی وامی) صلی اللہ علیہ وسلم یتیم رہ گئے تھے۔ جس ملک میں آپ نے وعظ شروع کی وہاں کی بت پرستی ایک خطرناک تھی اور وہاں جس قدر لوگ آباد تھے قریباً کل اس میں گرفتار تھے اور اس پر بھی جیسا بت پرستی کا لازمہ ہے۔ سخت کندے تراش اور ضدی جاہل تھے۔ عرب کے حدود اطراف کا حال دنیا جانتی ہے.......... حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے وقت میں توحید الوہیت کی طرف بلایا۔ جب چاروں طرف اندھیر مچا ہوا تھا اور کہا

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذلک لمن یشاء

اللہ اس کو کہ اس سے شرک کیا جاوے۔ معاف نہ کرے گا اور اس کے سوا جسے چاہے گا معاف کردے گا۔

و من یشرک باللہ فقد ضل ضلالا بعیدا اور جس نے اللہ سے شرک کیا وہ سخت گمراہ ہوا۔

تمام ملک کے روٴسا امرا اور بت پرستی کی عادی قومیں مخالفت پر کھڑی ہوگئیں اور سخت سخت ایذائیں دینی شروع کردیں۔ جس قدر موحد دیندار جناب رسالتماب کے ساتھ ہوئے۔ ان سب کو ملک چھوڑ چھاڑ ہجرت کرنی پڑی اور حبش کو چل دیئے۔ آخر نوبت باینجا رسید کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ چھوڑ مدینے چل بسے۔ بت پرستوں نے وہاں بھی چین نہ لینے دیا اور استیصال چاہا تو اہل اسلام کو بھی اپنے تحفظ پر کمر باندھنی چاہئے۔

قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم و لا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی مت کرنا اللہ زیادتی کرنے والوں کو پیار نہیں کرتا۔

(سورۃ بقرۃ)

حضور علیہ السلام کے ہی معجزات تھے کہ تمام عرب مقابلہ میں عاجز ہوگئے! اور ایسا عجز اختیار کیا کہ اپنے خیالی مذہب سے آخر دست بردار ہو گئے۔ اللہ اللہ کیسے آیات بینات ہیں اور کیسے برکات ہیں کیا کوئی قریشی آپ کا مخالف دنیا میں موجود ہے آپ کی ساری قوم آپ کے سامنے آپ کے جیتے جی اس دین میں داخل ہوگئی جس میں داخل کرنے کا آپ نے بیڑا اٹھایا تھا۔ عرب کے ایسے شہر میں آپ نے وعظ شروع کیا یہ الہام سن لیا......
اکملت لکم دینکم....... الخ۔ (المائدہ) (آج میں نے تمہارا دین تمہارے واسطے کامل کردیا اور اپنا فضل تم پر پورا کیا اور اسلام کا دین تمہارے لئے پسند کیا۔

یہ نصرت کسی ہادی مذہب کو اپنے سامنے اپنے زندگی میں ہوئی ہے تو اس کی نظیر دو۔ اس بے نظیر کامیابی میں بھی اعجاز ظاہر ہے اور عدم نظیر میں اس کامیابی کے خرق عادت ہونے میں کونسا شبہ ہے....... پھر اگر اس کامیابی کی جو حضور ﷺ کو حاصل ہوئی اگر نظیر دکھلانے سے عجز ہے اور واقعی عجز ہے تو آپ کے وہ افعال جو کامیابی کے باعث ہوئے بے ریب خرق عادت اور معجزہ ہیں کون گزرا ہے جس نے ملہم الہٰی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا ہو اور ایک کتاب کو خدا کی بنائی ہوئی کتاب بتایا ہو پھر اپنی قوم اور اپنے ملک پر خاص کر ان عظیم الشان موجودہ سلطنتوں پر جو اپنی جگہ بے نظیر تھیں........ پورا فتح یاب ہوا ہو؟ اور کامیابی جو راستبازی کا معیار تھی حاصل کرچکا ہو۔

پنجم اگر معجزہ کسی علامت نبوت یا نشان رسالت کا نام ہے جسے قرآنی اصطلاح میں آیت کہتے ہیں تو سنئے آیات رسالت محمدیہ اس قدر ہیں اور تھیں کہ صاحب آیات کے آیات دیکھ کر اس قدر لوگ اس کے دین میں داخل ہوئے کہ منکرین کے چھکے چھوٹ گئے اور حضرت نے اپنے کانوں سے سن لیا۔
الیوم یئس الذین کفروا منکم سبحان اللہ کیا معجزہ ہے۔ اذا جاء نصر اللہ و الفتح و رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا

آپ کی تعلیم کچھ کم آیت نبوت ہے؟ جو تمام نیکیوں کا مجموعہ اور تمام برائیوں سے معرا ہے کنتم خیر امت اخرجت للناس

تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکرو تو منون باللہ قرآنی اوامراور نہی کی کیفیت کا فوٹو ملاحظہ کرنا ہو تو دیکھ ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشا والمنکر والبغی "

(تصدیق براہین احمدیہ صفحہ ۲۸ تا ۳۴)

لفظ "ہندو" کی تحقیق:۔

آریہ سماج کی بنیاد ۱۸۷۵ء میں جب پنڈت دیانند سرسوتی نے رکھی تو اپنے ممبران میں اضافہ اور مسلمانوں سے ہندوؤں کو متنفر کرنے کیلئے یہ حربہ استعمال کیا کہ "ہندو" کا لفظ تو مسلمان بادشاہوں نے حقارت کیلئے ہندو مذہب والوں کو دیا جس کے معنی چور وغیرہ کے ہیں۔ لہٰذا آپ لوگ "ہندو" کا لفظ ترک کر کے اپنے آپ کو "آریہ" کہلوائیں۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح ایک طرف تو ہندوؤں کا دل مسلمانوں سے بغض اور نفرت میں ترقی کرے گا اور دوسری طرف ان کی اس نئی سماج' آریہ سماج کے ممبران میں اضافہ ہوگا۔ اس کی سماج میں اضافہ ہو یا نہ ہو اس سے تو کوئی سروکار نہیں تھا۔ کیونکہ وید کا پیروکار ہندو ہو یا آریہ دوسرے مذہب والوں کیلئے کوئی فرق نہیں رکھتا۔ یہ ان کا ایک قسم کا اندرونی مسئلہ تھا۔ البتہ "ہندو" نام کے اوپر معترض کی علمی پردہ دری ضروری تھی کہ یہ بتایا جائے کہ یہ سراسر جہالت پر مبنی ہے اور خواہ مخواہ سادہ لوح انسانوں کو آپس میں لڑانے بھڑانے کا چکر ہے۔ چنانچہ اس کا علمی اور تحقیقی جواب دیتے ہوئے حضور فرماتے ہیں۔

"**مکذب صاحب** آریہ لفظ اور ہندو لفظ پر بحث کرتے ہیں۔ سو ان الفاظ کی نسبت جو کچھ...... جناب پادری **طامس ہاول بشیر** مقیم پنڈدانخان ضلع جہلم نے ارقام فرمایا ہے کہ میرے نزدیک وہ مضمون نہایت راستی سے لکھا گیا ہے اس مضمون اور اپنی ایک ابتدائی تحریر کو جو اس بحث پر (لفظ آریہ اور ہندو) کے متعلق ہے جناب پادری صاحب نے دوبارہ بطور رسالہ لکھا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

پادری صاحب کی پہلی تحریر کو **مرزا صاحب** نے بھی شحنہ حق میں نقل کیا ہے اس پر کچھ اور زیادہ کرنا صرف شیخی بگھارنا ہے۔ (یہ مضمون شحنہ حق روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۴۳۵ سے ۴۳۸ تک ہے۔ ناقل) مگر اتنا زیادہ عرض کر دینا شاید **نامناسب** نہ ہو کہ آپ نے یا آپ کے مصلح نے اس لفظ ہند یا ہندو پر بحث کرنے میں بالکل انصاف سے کام نہیں لیا۔ یہ بحث اس نے مختلف اغراض کے واسطے چھیڑ دی۔ میں راستی سے کہتا ہوں کہ مسلمان فاتح لوگوں نے اس نام کو اپنا اختیار نہیں کیا تھا۔ عربی کی مشہور لغت کی کتاب قاموس اللغات ہے۔ اس میں اس لفظ کے مختلف معنی لکھے ہیں۔ دیکھو عمدہ عمدہ معنی اسی لفظ ہند کے واسطے موجود ہیں **ہند** سو اونٹ کے گلے کا نام ہے اور ایک عورت کا نام بھی جو عمرو نام بادشاہ عرب کی والدہ تھی۔ بنو ہند ایک قبیلہ عرب کا نام ہے۔ ہند ایک پہاڑ کا نام ہے۔ تلوار کے تیز کرنے کو بھی ہند کہتے ہیں۔ اس واسطے مہند اس تلوار کو کہتے ہیں جو بہت ہی تیز ہو۔ **حضرت محمد رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں آپ کا ایک پیرو آپ کے سامنے کہتا ہے۔

ان الرسول لنور یستضاء بہ　　　سیف مھند من سیوف الھند مسلول

ہندوان ایک نہر کا نام ہے جو خراسان میں واقع ہے۔ **ابو جعفر** فقیہہ ہندوانی ایک بڑے بزرگ مسلمانوں کے مقتدا وہاں کے رہنے والے تھے اور تعجب نہیں آریہ کے بزرگ اسی ندی کے کنارے سے آئے ہوں اسے واسطے وسط ایشیا کی واقف اور **فاتح قوم** نے ان کو ہندو کہا ہو۔ اور **آری** لفظ عرب میں کوئی عمدہ مدح کا لفظ نہ تھا۔ کیونکہ عربی آری طویلہ کو کہتے ہیں۔ پس کیا تعجب ہے اگر ہمارے بزرگوں نے بجائے لفظ آری ہندو کا لفظ اخلاقی شریعت کے حکم سے زیادہ تر برتا ہو یا اور کوئی باعث خاص ہو جو دل آزاری کے سوا ہے اب بھی عرب کے دارالسلام مکہ معظمہ میں ہندی مسلمانوں کے شیخ کو شیخ الہنود کہتے ہیں۔ والعلم عند اللہ"

جہاد:۔ مصنف تکذیب نے اسلام کو جبرواکراہ اور تلوار کا مذہب قرار دے کر اس پر اعتراض کیا ہے جس کا جواب دیتے ہوئے حضور نے اسلامی جہاد اور اس کی شرائط پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے معترض کو لاجواب کیا ہے۔ تفصیل تو کتاب سے پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے جو کہ صفحہ ۷۳ تا ۴۱ تک تحریر ہے۔ صرف ایک اقتباس ہدیہ قارئین ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"اسلام کے معنی صلح کے ساتھ زندگی بسر کرنا' چین سے رہنا' کیونکہ یہ لفظ سلم سے مشتق ہے جس کے معنی صلح اور آشتی کے ہیں۔ بعض پادریوں کی تحریر نے میں سچ کہتا ہوں آپ کو دھوکہ دیا ہے جبر اور اکراہ سے اسلام اور تصدیق قلبی کا حصول ممکن نہیں قرآن کی دوسری سورۃ کو جو مدینہ میں نازل ہوئی (یعنی سورہ البقرہ۔ ناقل) اور جس میں جہاد کا حکم ہوا ہے پڑھ لیجئے اور غور کیجئے آپ کا کلام کہاں تک سچ ہے۔ **لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی** اسلام میں شرط ہے کہ آدمی صدق دل سے باری تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی معبودیت اور اس کے رسولوں کی رسالت وغیرہ ضروریات دین پر یقین لاوے۔ تب مسلمان کہلاوے اور ظاہر ہے کہ دلی یقین جبرو اکراہ سے کبھی ممکن نہیں ہے۔ میں بڑی جرات سے کہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام اور ان کے راشد جانشینوں کے زمانے میں کوئی شخص جبرو اکراہ سے مسلمان نہیں بنایا گیا۔ بلکہ محمود غزنوی اور عالمگیر کے زمانے میں بھی کوئی شخص عاقل و بالغ جبر سے مسلمان نہیں کیا گیا دنیا میں تاریخ موجود ہے صحیح تاریخ سے اس الزام کو ثابت کیجئے میں نے زمانہ نبوی اور خلافت راشدہ کے وقت اور محمود عالمگیر کی تاریخ کو اچھی طرح دیکھ بھال کر دعویٰ کیا ہے...... عالمگیر کے عہد میں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز ہندوستان کے پرانے باشندے اپنی پرانی بت پرستی پر قائم دکھلائی دیتے ہیں......" (تصدیق براہین احمدیہ صفحہ ۳۶۔۳۷)

اس کے بعد حضور نے قرآن کے احکام جہاد اس کی شرائط اور حکمت بیان کی اور ساتھ ہی وید کے احکام جنگ کے حوالے درج کر کے ثابت کیا ہے کہ وید کے احکام جنگ کس قدر ظالمانہ اور غیر منصفانہ اور وحشیانہ ہیں۔

◎ تصدیق براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۸ تا ۵۵ تک حضور کے علمی و تحقیقی جوہر کا ایک سمندر موجزن ہے۔ یہاں آپ نے قرآن مجید میں موجود حضرت لقمان کے قصے اور یاجوج ماجوج اور ذوالقرنین کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ بائبل 'کتب تاریخ قدیم و جدید کا عطر نکال کر پیش کیا ہے جو ذہن صافی کو فرحت انگیز نتیجہ پر پہنچاتی ہے اور اس یقین پر قائم کرتی ہے کہ قرآن کریم ایک عالم الغیب ہستی کا کلام ہے اور تمام پہلی کتب الہامیہ سے فائق ہے۔

◎ روحوں کے قدیم اور انادی ہونے کے دلائل مصنف تکذیب نے اپنی طرف سے دیئے ہیں۔ (قارئین پر واضح رہے کہ ہندو مذہب والوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ارواح یعنی روحوں کو کسی نے بھی پیدا نہیں کیا بلکہ وہ خود سے ہیں اور قدیم سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یا پرمیشران کا خالق نہیں ہے۔ وغیرہ وغیرہ)

حضور نے زبردست دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اس کے دلائل کو رد کیا ہے اور پھر قرآن مجید سے "روح" کی حقیقت کے بارے میں بھی لکھا ہے۔ یہ ساری بحث صفحہ ۶۲ سے ۸۳ تک چلتی ہے۔ نیز صفحہ ۱۴۳ پر بھی "روح" کی فکر انگیز علمی بحث ہے۔

◎ قصہ آدم و ابلیس اور صفات الٰہیہ پر اعتراض۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں آدم کی تخلیق' فرشتوں کا آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ابلیس کا سجدہ سے انکار اور شیطان کا ذکر ہے۔ ان آیات کو سامنے رکھ کر لیکھرام نے ایسی بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا ہے کہ شیطان بھی کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوگا۔ حد کردی ہے اس ظالم نے۔ اس کی یہ تحریرات پڑھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کتنا دکھ ہوتا ہوگا اپنی جان سے عزیز اور مقدس ترین ہستی آنحضرت ﷺ کے خلاف اس بدبخت کے نازیبا الفاظ سن کر اور پڑھ کر کہ جس پر خدائے غفور و رحیم کی موجیں مارتی ہوئی صفت کی اس ظالم نے ایسے تکذیب کی اس کی صفت قہار و ذوالانتقام کو دعوت غضب دے ڈالی۔ اور بالاخر یہی زبان کی چھری اس پر چلی اور اس بدزبانی کا بدلہ پا گئی اور ہندوؤں کے تناسخ کے عقیدے کو چند لمحوں کے لئے مان بھی لیا جائے تو یقین نہیں آتا کہ کسی اور قالب نے اس بدبخت کی روح کو اپنے اندر

لیکر دوبارہ اس دنیا میں آنے کی حامی بھری ہوگی۔ بہرحال حضور نے اس کے جواب میں آدم کے قصہ اور ملائکہ کے سجدہ اور اس کے جنت سے نکالے جانےکی پر معارف تفسیر توضیح فرمائی ہے جس کا مطالعہ قلب و ذہن کے جلاء کا موجب ہوتا ہے۔

◎ مکذب نے اپنی کتاب "تکذیب" میں وجود صانع کے سات دلائل درج کئے ہیں جن پر حضور نے خوب خوب قلم اٹھایا ہے اور اس کو بتایا ہے کہ اس کے دلائل کتنے ناقص اور بودہ ہیں اور اس کے بالمقابل قرآن کا وجود باری تعالیٰ اور صفات الٰہیہ کا جو بیان ہے وہ کتنا اکمل 'اتم اور واضح ہے جو دل کو اور دماغ کو یکساں مطمئن کرتا ہے۔ یہ بیان صفحہ ۹۸ سے شروع ہوتا ہے اور ۱۰۷ تک چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اور وید میں پر میشر کی طرف منسوب کی جانیوالی صفات کا ایک ایمان افروز موازنہ و محاکمہ ہے جس سے وید کی بے بسی اور وید کے ماننے والوں کی بے کسی ظاہر و باہر ہو جاتی ہے۔

گوشت خوری اور جانوروں کا ذبح کرنا

یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ایک طرف مسلمان خدا کو رب العالمین اور رحمٰن و رحیم مانتے ہیں اور دوسری طرف وہ معصوم اور بے گناہ جانوروں کو مارتے ہیں اور بڑی بے رحمی سے ذبح کرتے ہیں اور ان کا گوشت کھاتے ہیں جو کہ اس کی ربوبیت اور رحمانیت و رحیمیت کے صریحاً خلاف ہے۔ بظاہر بڑی معقول بات لگے گی۔ لیکن صرف اس کو جس کو عقل نہیں۔ حضور نے اس کا جواب بڑے ہی حسین پیرائے میں دیتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ جس فعل کو وہ خدا کی ان صفات کے خلاف قرار دے رہے ہیں وہ بعینہٖ انہیں صفات کا ایک اظہار ہو رہا ہوتا ہے جس کو وہ سمجھتے نہیں۔ اس کا جواب تصدیق کے صفحہ ۱۱۷ سے ۱۲۳ تک چلتا ہے جس میں یہ مضمون بیان ہو رہا ہے کہ جانوروں کو تکلیف اور حیوانات کا قتل تو منکرین ذبح خود بھی کر رہے ہوتے ہیں اور پھر یہ بتایا کہ جانوروں کا ذبح کرنا خود جانوروں پر رحم ہے وگرنہ جانور لاچار اور بیمار ہو کر تڑپ تڑپ کر جان دیتے اور خود ہی مرجاتے اور ساری ہوا کو متعفن اور گندا کرتے وغیرہ۔

یہاں میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے تقویٰ اور دیانت داری کی ایک خوبصورت ادا کا تذکرہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور وہ یہ کہ آپ کی تصنیفات مثلاً فصل الخطاب' نور الدین اور کتاب ھذا جس کا ذکر ہو رہا ہے۔ ان سب کو کئی بار پڑھنے کی توفیق ملی ہے اور حضور کا ایک عام معمول دکھائی دیتا ہے کہ کسی بات کا جواب دیتے وقت اگر آپ نے کسی بھی مصنف کا کوئی اقتباس لیا ہے یا اپنے ہی پیش کردہ جواب اور تحقیق کا غالب حصہ کسی دوسری کتاب سے ماخوذ ہے تو آپ کمال فراخدلی سے اس کتاب یا مصنف کا تذکرہ وہیں کرتے ہیں۔ اور یہ بہت حوصلے اور وسعت قلبی اور بڑے ظرف کی بات ہے۔ دیانتداری کا یہ ایک ایسا پہلو ہے کہ جس کو مصنفین اور مولفین عموماً نظرانداز کر دیتے ہیں۔ لیکن نور الدین کا قلب صافی اور نورانی ذہن۔ اس تاریکی کے معمولی سے بھی دھبے کو اپنی تحریرات میں جگہ نہیں دے سکتا تھا۔ اب اسی کتاب تصدیق کا مخاطب مصنف تکذیب براہین احمدیہ کی تحریرات کا بہت بھاری حصہ اپنے "پیرو مرشد" دیانند کی کتاب "ستیارتھ پرکاش" کا چربہ ہے اور کچھ پادریوں کی تحریرات کی کاسہ لیسی کا کارنامہ ہے لیکن مجال ہے کہ کہیں ان کا اشارہ مل جائے۔ لیکن ابھی اس مسئلہ میں یعنی گوشت خوری اور جانوروں کے ذبح کرنے کے حوالے سے جواب دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے شروع میں ہی تحریر فرمادیا کہ:۔

"گوشت کھانے کے منکروں نے جانوروں کے ذبح کرنے میں گوشت کھانیوالوں پر جس قدر اعتراض کئے ہیں اس کا مفصل جواب "برھان لائم" نام ایک بسیط کتاب میں مولوی قمر علی لکھنوی نے لکھا ہے اس کا خلاصہ بقدر ضرورت یہاں گزارش ہے۔" (صفحہ ۱۱۸)

مالک یوم الدین پر اعتراض اور اس کا جواب

اس پر اعتراض کرتے ہوئے لیکھرام یہ کہتا ہے کہ

"یہ فقرہ قرآن کا حیرت افزاء ہے جس سے خدا کی ذات پر عیب وارد ہو رہا ہے کیا پرمیشر ہر روز انصاف نہیں کرتا کیا آدم کے وقت سے مرے

ہوئے لوگ اب تک سیشن سپرد ہیں مگر معلوم نہیں ضمانت پر یا جوڈیشل حوالات میں پھر یہ فقرہ "سریع الحساب" کے خلاف ہے عدل یہ ہے کہ فوراً کارروائی شروع ہو۔"

اب اسی اعتراض سے مکذب کے علمی و تحقیقی مقام کا بھی پتہ چل سکتا ہے اور اس کی شائستگی اور تہذیب کا بھی۔ دراصل کتاب کا نام تکذیب اس نے رکھا ہی اپنی طبعی فطرت اور مزاج کے مطابق تھا۔ کہ وہ ہر علمی اور اخلاقی امر کی تکذیب کرے گا۔ روحانیت کا تو چونکہ دور سے بھی واسطہ نہیں تھا اس لئے اس کو چھوڑیئے۔ گو کہ جس میں اخلاق نہیں اس میں روحانیت کہاں سے آئے گی۔ لیکن تصدیق براہین احمدیہ پڑھتے ہوئے اسلام کے خدا اور اس کے ھادی کامل آنحضرت ﷺ پر جان قربان ہو ہو جاتی ہے کہ جس نے قرآن جیسی مستقل اور مکمل ترین راہنما کتاب عطا کی اور اپنی زندگی کا عملی نمونہ ساتھ دکھایا۔ جس کی پیروی کرنے والوں میں سے ایک اس وقت یہ مصنف تصدیق براہین احمدیہ تھا۔ اور جس کو نور علی نور کہا وقت کے امام اور آنحضرت ﷺ کے ایک عاشق کامل نے۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے۔ کہ کمال شائستگی اور اخلاق و مروت اور اعلیٰ درجہ کی وسعت حوصلگی سے اس بدزبان کی باتوں کا جواب لکھا۔ جو کہ یقیناً ہزاروں لاکھوں گمراہوں کی ہدایت کا باعث بنی ہوگی اور بنے گی۔ انشاء اللہ

آپ نے لفظ "یوم" کے معانی بتاتے ہوئے فرمایا۔ کیونکہ یہی لفظ معترض کا مایہ ناز۔ اعتراض تھا۔

"یوم کا لفظ عربی زبان میں وسیع معنی رکھتا ہے منجملہ ان معنی کے یوم کے معنی "وقت" ہے۔ سنو! محاورہ عرب یوم ولد للملک ولد یکون سرور عظیم۔ ویوم مات فلان بکت علیہ الفرق المختلفہ حالانکہ لڑکے کا پیدا ہونا اور آدمی کا مرنا کبھی دن کو ہوتا ہے اور کبھی رات کو پس مالک یوم الدین کے معنی ہوئے۔ مالک ہے وقت جزا کا ہر روز جس وقت کسی کو اپنے اعمال نیک کے بدلے **انعام** اور بد اعمال کے بدلے **سزا** ملتی ہے۔ **اس وقت کا مالک باری تعالیٰ ہے بلکہ یوم** اتنے وقت کو کہتے ہیں کہ جس میں کوئی واقعہ گزرا ہو دیکھو **یوم بعاث' وذکرھم بایام اللہ** ہمارے ملک میں **"دن"** ٹھیک ترجمہ یوم کا ہے لوگ کہتے ہیں آج فلاں شخص کے **دن اچھے** آئے ہیں اور فلاں شخص کے برے آئے ہیں۔ پس یوم کا ترجمہ دن بھی کریں تو کوئی عیب نہیں۔ غور کرو۔ تمام ان **مصائب** کی نسبت (جو یہاں دنیا میں برداشت کی جاتی ہیں) **قرآن کیا کہتا ہے** فما اصابکم من مصیبہ فبما کسبت ایدیکم۔ فاصابھم سیئات ما عملوا یعنی جو کچھ تم کو مصیبت پہنچتی ہے سب تمہارے **کسب** اور اعمال کا **نتیجہ** ہوتا ہے۔ اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ کل مقدمات دورہ سپرد نہیں اور اگر بعض لوگوں کے معاملات سیشن سپرد ہیں تو بھی کوئی حرج نہیں ضمانت کی ضرورت ان **ناقص** حکام کو ہوتی ہے جن کو ڈر ہوتا ہے کہ ان کا مجرم ان حکام کے تصرف سے کہیں بھاگ جاوے گا **باری تعالیٰ** کے ملک سے بھاگ کر جائیں **کوئی جگہ** نہیں۔ مجرموں میں سے بعض اسی وقت **سزایاب** ہو جاتے ہیں اور بعض جوڈیشل حوالات میں رہتے ہیں یا ان پر **عفو** ہو جاتا ہے۔ ضمانت کی حاجت نہیں۔

سریع الحساب اور مالک یوم الدین میں تعارض نہیں۔

اول اس لئے کہ سریع الحساب کے معنی ہیں کہ جب حساب شروع کردے تو جھٹ پٹ لے لیتا ہے اور اگر جزا اور سزا میں مہلت دے تو ممکن ہے کہ یوم الاخرہ تک مہلت دے۔

دوم جس حالت میں ہر وقت یوم الدین ہے جیسے گزارش ہوا۔ تو تعارض کیا ہوا۔

سوم مالک یوم الدین سے یہ نہیں نکل سکتا کہ آج کے دن کا مالک نہیں اور آج سزا یا جزا نہیں دیتا۔ کوئی کلمہ حصر کا یا آج **مالک** ہونیکی نفی کا **قرآن** میں موجود نہیں۔

اگر آپ کے نزدیک فوراً کارروائی ضروری ہے تو چاہئے کہ تمام زانیوں کو پورا **آتشک** یا پورا **سوزاک** جو پوری سزا ہے۔ فوراً شروع ہو جاوے حالانکہ ان دونوں امراض کا ظہور ان لوگوں میں **مختلف** اوقات پر ہوا کرتا ہے۔ یا جب جرم مختلف گناہ کر کے مختلف سزاؤں کا مستحق ہو تو بطور آریہ۔ ہاں دیانندی پنتھ کے یکدم وہ تمام جونیں بھگت لے۔ جن کا وہ مستحق ہے کیونکہ دیانندی پنتھ کے نزدیک تناسخ ہی **سزا** ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ معاصی پر **مسخ** ہو کر انسان حیوان نہیں بن جاتا۔" (صفحہ ۱۲۳۔ ۱۲۴)

سورۃ النجم کی پر معارف تفسیر

اس کتاب کے صفحہ ۱۲۸ سے ۱۳۷ تک حضور نے سورۃ النجم کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کے افضل و اعلیٰ مقام کی ایسی خوبصورت تفسیر بیان فرمائی ہے کہ وہی سورۃ جس کی طرف مکذب نے شیطانی عمل دخل کا اعتراض کیا تھا وہاں خدائے علیم و حکیم کے علم و معرفت کے خزانے نکل رہے ہیں۔ جس کا بیان ان صفحات میں پڑھنے کے لائق ہے۔

غیر مذہب والوں کی کتب جلانے کا الزام اور اس کا رد

مکذب نے اپنے مذہب کی بعض کمزوریوں کو چھپانے کیلئے ایک الزام یہ دیا کہ ہمارے مذہب کی کتابیں گو بہت قدیم سے ہیں لیکن ظاہر اس لئے نہیں کی گئی تھیں کہ "اہل اسلام سے چھپانے کا یہ مطلب تھا کہ وہ تعصب اور جہالت سے غیر مذہب کی کتب کو جلا دیا کرتے تھے۔" اور پھر اسکندریہ کے کتب خانے کا ذکر کیا ہے۔ اس اعتراض میں اس کا جھوٹ اور تمسخر قابل غور ہے اور تاریخ سے جہالت تو ایک معمولی سا طالب علم بھی جان سکتا ہے۔ حضور نے اس تعصب اور جہالت پر مبنی اعتراض کا جواب دیتے ہوئے آپ نے مسلمہ کتب تاریخ سے ان کے اس الزام کو غلط ثابت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اول۔ اگر اسلام کے عادات میں یہ ہوتا تو اسلام والے پھر خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہد سعادت مہد میں یہود اور عیسائیوں کی پاک کتابوں کو جلاتے۔ کیونکہ وہی دونوں مذہب ہاں پاک کتابوں والے مذہب اسلام کے پہلے مخاطب تھے۔ پھر مجوس پر اسلام کا پورا تسلط ہوا۔ مگر کوئی تاریخ نہیں بتاتی کہ اسلام نے ان کی کتابیں جلائیں۔ اگر یہ فعل اسلام یا خلفاء اسلام کا داب ہوتا (یعنی طریق۔ ناقل) تو اس کے ارتکاب کے اسباب ہمیشہ اسلام میں موجود تھے اور اسلام کا کوئی مانع نہ تھا۔

دوم۔ اگر مذہبی وغیرہ کتابوں کا جلانا۔ اسلامی بادشاہوں اور عوام اسلام کا کام ہوتا تو یونانی فلسفہ' یونانی طب' یونانی علوم کے ترجمے عربی زبان میں محال ہوتے۔

سوم۔ اگر کتابوں کا جلانا' اسلامی لوگ اختیار کرتے تو ضرور تھا کہ مکذب براہین اپنے ملک سے کوئی نظیر دیتے اور انہیں اسکندریہ میں سمندر پار نہ جانا پڑتا۔

چہارم۔ سات سو برس سے زیادہ اسلام نے ہندوستان میں سلطنت کی اور اس عرصہ میں بھاگوت' رامائن' گیتا' مہا بھارت اور ان کے مثل لنگ پران' مارکنڈی مشہور کتابیں جو آج تک مذہبی کتابیں اور مقدس پستک یقین کی جاتی ہیں کسی کے جلانے کی خبر کان میں نہیں پہنچی بلکہ ان کتابوں میں سے بعض کے ترجمے ہوئے۔ پس تعجب آتا ہے؟ کہ ان ہندوؤں نے کیونکر سمجھ لیا کہ مسلمان ان کی پستکوں کو جلاتے ہیں انصاف سے سوچو۔" (صفحہ ۱۶۰)

قرآن کریم کے مضامین

مکذب نے یہ اعتراض کیا تھا کہ قرآن مجید میں کچھ لوگوں یعنی نبیوں کے قصوں کہانیوں کا ذکر ہے۔ جنت دوزخ اور نکاح و شادی اور حلال و حرام اور قربانی وغیرہ کے مسائل نکال کر باقی رہ کیا جاتا ہے۔ کونسی الٰہی تعلیم ہے جس پر یہ فخر کر رہے ہیں۔ حضور اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اس سمجھدار کو اتنی بھی خبر نہیں کہ حرام و حلال کی بحث اور خیرات اور زکوٰۃ کا حکم قصہ کہانیوں میں داخل ہیں یا سچی تعلیمات ہیں؟ پھر یہ خبر نہیں کہ ان پاک قصوں میں کس قدر صداقتیں بھری ہوئی ہیں۔ بہرحال ان قصہ کہانیوں کے سوا جو کچھ صداقتیں اور پاک تعلیمات قرآن کریم میں ہیں ان کے لئے کئی مجلد بھی کفایت نہیں کر سکتیں اس لئے کہ قرآن کریم ان تمام حقہ تعلیمات و علوم کا مجموعہ ہے جن کی ضرورت ہم کو لاحق ہے یا ہوگی کیا سچ کہا جس نے کہا۔

جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصر عنہ افہام الرجال......" (صفحہ ۱۶۴)

اور پھر اس تسلسل میں قرآن کریم کے کچھ مضامین کا اجمالی تذکرہ کیا ہے کہ وید تو وید۔ تمام کتب سابقہ حیرت و استعجاب اور احساس کمتری کے سمندر میں ڈوب ڈوب جائیں۔ آپ نے قرآن میں موجود ان مضامین کا ذکر کرتے ہوئے درج ذیل اہم مضامین کا تذکرہ فرمایا۔

۱۔ باری تعالیٰ کی ہستی اور اس کی توحید کا بیان۔ ۲۔ باری تعالیٰ کے وجود اور توحید پر دلائل ' ۳۔ شرک کا ابطال ' ۴۔ معبودان باطلہ کا رد ' ۵۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ کا بیان ' ۶۔ الٰہی عبادت کی تاکید ' ۷۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنیکی دلیل۔ ۸۔ اخلاق فاضلہ کی تعلیم ' ۹۔ سیاست مدن کے اصول ' ۱۰۔ جمہوری سلطنت کی بناء اور مسلمانوں کی صفات ' ۱۱۔ بغاوت کی ممانعت ' ۱۲۔ باہمی معاملات و اصول تمدن کا بیان ' ۱۳۔ اپنے لوگوں اور غیر قوموں سے تعلقات ' ۱۴۔ مومنین کی صفات کا بیان ' ۱۵۔ تعلیم اور تعلم اور علم کی ترقی ' ۱۶۔ یتامیٰ کے حقوق کا بیان ' ۱۷۔ کورٹ آف وارڈس اور حجر کا قانون ' ۱۸۔ غلامی کی رسم کا خاتمہ ' ۱۹۔ احسان عام کہ کل دنیا میں نبیوں کی آمد اور تمام مذاہب کا احترام وغیرہ ' ۲۰۔ عیاشی سے نفرت کی تعلیم ' ۲۱۔ اسراف ' حق تلفی اور غرور کی ممانعت وغیرہ

ضرورت قرآن

مکذب نے دعویٰ کیا کہ کونسی ایسی عمدہ بات قرآن نے کی ہے جو کہ وید میں نہ ہو۔ اس کا جواب حضور نے اس کتاب میں لکھ کر معترض کو لاجواب کیا ہے لیکن اس کی چالاکی اور کاسہ لیسی کا بھانڈا بھی ساتھ پھوڑ دیا کہ لیکھرام کا یہ اعتراض دراصل مصنف تکذیب کی تحقیق اور علمی کمال کا ماحصل نہیں بلکہ ایک پادری صاحب نے رسالہ لکھا تھا۔ "عدم ضرورت قرآن" وہ اعتراضات وہاں سے دیکھ کر لیکھرام نے اپنی کتاب میں جڑ دیئے۔

اور پھر آپ نے آٹھ زبردست دلائل سے قرآن کی ضرورت کو ثابت کیا۔ یہ مضمون تصدیق کے صفحہ ۱۸۸ سے ۲۰۳ تک حق کے متلاشیوں اور معرفت کے پیاسوں کی سیرابی کے سامان کر رہا ہے۔ اور ان کی منزل کے سفر کو آسان کئے ہوئے ہے۔ اس کے علاوہ لاتعداد چھوٹے چھوٹے اعتراضات کا بہت ہی اعلیٰ انداز میں کیا علمی اور کیا نقلی اور کیا عقلی ایسے دلنشین انداز میں ان کا جواب دیا ہے کہ شوخ چشم شرمندہ ہوتا ہے اور حق کو چاہنے والا بلا روک ٹوک حق کے قریب ہو جاتا ہے۔ معرفت کی قسما قسم کی خوشبو اس کے تعصب اور نفرت کے احساسات کو مسرت اور فرحت میں بدل دیتی ہے اور علم کا نور اس کی جہالت اور کم علمی کی تاریکی کو دور کرتے کرتے مصنف کی خداداد فراست اور اعلیٰ درجہ کا تقویٰ اور تعلق باللہ اس کتاب کے پڑھنے والے کو قرآن ' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے خالق و مالک حقیقی کے جوئے کے نیچے لے آتا ہے۔ اور یوں یہ ۲۲۹ صفحات کی کتاب ختم ہوتی ہے۔ اس طرح کہ کتاب تو ختم ہوتی ہے لیکن جو بھی تعصب سے دور ہو کر اس کتاب کو پڑھتا ہے نیک نیتی سے اس کا مطالعہ کرتا ہے اس کا علم و معرفت کا سفر یہاں سے شروع ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ اور اس کے پیاروں کی طرف اس کو کشاں کشاں لئے چلا جاتا ہے۔

اس کتاب کے آخر پر حضرت سید حامد شاہ صاحب کی ایک نظم ہے جو کہ اکیس اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں اس کتاب کے مضامین کی اہمیت و افادیت کا بیان ہے۔ اور ایک زائد خوبی یا شاعر کا کمال یہ بھی ہے کہ ہر شعر کے ابتدائی ایک ایک حرف کے اعداد کا مجموعہ ۱۸۹۰ء بنتا ہے جو کہ اس کتاب کی تاریخ تصنیف ہے۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

پکارو چوٹ ڈنکے کی عزیزو ۔۔۔ سنا دو سب کو جو پیر و جواں ہے
کہ پہلی جلد تصدیق البراہین ۔۔۔ نکل کر رہنمائی گمرہاں ہے
مکذب ہیں کہاں تصدیق دیکھیں ۔۔۔ ذرا جاگیں کہ سونے میں زیاں ہے
صداقت منصفوں سے داد لے گی ۔۔۔ عجب تصدیق کا طرز بیان ہے

اور آخر پر اس مضمون کا اختتام ایک بار پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس نصیحت اور دعا پر کرتا ہوں کہ "طوبیٰ لمن حصلها و عرفها و قرأها بامعان النظر......" اللہ تعالیٰ ہمیں حضور کی اس نصیحت پر عمل کرنے کی اور اس خوشخبری اور مبارک کو حاصل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(یہ مضمون ماہنامہ انصار اللہ کی خصوصی اشاعت براہین احمدیہ نمبر کیلئے لکھا گیا جو فروری 98ء میں شائع ہوا۔ بشکریہ رسالہ ہذا)

کتب خانے

(تلخیص و تحریر: مکرم احمد طاہر مرزا صاحب ایم۔ اے لائبریری سائنس)

1963ء میں جناب مولانا محمد شفیق صاحب قیصر (مرحوم) مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے شاہد کی ڈگری کے لئے "اسلامی کتب خانے" کے عنوان پر ایک تحقیقی اور تاریخی مقالہ لکھا جو بجا طور پر خالص اور بنیادی دستاویز ہے۔ 372 صفحات پر مشتمل اس مقالہ کی تلخیص پیش ہے۔ یہ مقالہ اس وقت جامعہ احمدیہ ربوہ کی لائبریری میں محفوظ ہے۔

"دین حق کی نشاۃ ثانیہ کی تعمیر میں حصہ لیکر اقوام عالم کو علم و عرفان کے وہ خزانے عطاء کرو کہ حجاز، بغداد، اور قرطبہ اور قدس اور مصر کی یادگاریں زندہ ہو جائیں تا دنیا تم پر فخر کرے اور آسمان تم پر رحمت کی بارش برسائے اور آنے والی نسلیں تمھاری یاد سے امنگ اور ولولہ حاصل کریں" (حضرت مرزا بشیر احمد صاحب)

یہ مقالہ دو حصوں اور چھ ابواب میں شامل ہے آخر میں اختتامیہ کا باب علیحدہ ہے۔

باب اول۔ دین حق سے قبل کتاب کا تصور اور عرب کا دور جاہلیت، مسلمان کا علمی ذوق اور اس کے اسباب و عوامل وغیرہم پر مشتمل ہے۔ باب دوم۔ میں اسلامی عہد میں کتب کی تالیف و تدوین اور مسلمانوں کا شوق فراہمی کتب کے مواقع شامل ہے۔ باب سوم میں غیر عربی زبان سے عربی میں تراجم کے امور (اموی و عباسی دور) مناظرہ و مباحثہ کے میدان میں تراجم کی مشکلات نیز غیر اقوام کے علوم جو عربی میں منتقل ہوئے۔

۱۔ علم فلسفہ، ۲۔ علم ہیئت، ۳۔ علم جبرو مقابلہ (الجبرا و ریاضی) ۴۔ علم طب۔ ۵۔ علم جغرافیہ۔ ۶۔ علم ہندسہ۔ ۷۔ علم الالات وغیرہ پر مشتمل ہے۔

حصہ دوم کے باب اول میں اسلامی کتب خانوں کا قیام، فراہمی کتب کے ذرائع پہلا اسلامی کتب خانہ اور کتب کی تعداد کے عناوین شامل ہیں۔ باب دوم میں کتب خانوں کا نظام، کتب کے اجراء و ترسیل کے طریقے، مطالعہ کے کمرے، فہرستیں Catalogue، کتب خانوں کا عملہ، کتب خانوں کی تباہی اور حفاظت کتب کے ذرائع پر سیر حاصل بحث اٹھائی گئی ہے۔ اختتام میں خلاصہ مقالہ پیش کیا گیا ہے۔

باب سوم میں مندرجہ ذیل عناوین پر بحث شامل ہیں۔

۱۔ اسلامی عہد میں یورپ کی حالت، ۲۔ کتب خانوں کی مختصر تاریخ، ۳۔ بغداد کے کتب خانے، ۴۔ قاہرہ کے کتب خانے، ۵۔ شیراز کے کتب خانے، ۶۔ طوس کا کتب خانہ، ۷۔ شام کے کتب خانے، ۸۔ طرابلس کے کتب خانے، ۹۔ حلب کے کتب خانے، ۱۰۔ سمرقند و بخارا کے کتب خانے، ۱۱۔ غزنی کے کتب خانے، ۱۲۔ اندلس کے کتب خانے اور ان کی تباہی، ۱۳۔ شاہان مغلیہ کے کتب خانے، ۱۴۔ سلطان ٹیپو کا کتب خانہ، ۱۵۔ راجستھان کے کتب خانے، ۱۶۔ ہندو پاک کے مشہور کتب خانے

جن میں خدا بخش لائبریری پٹنہ، پنجاب پبلک لائبریری لاہور، پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور، لیاقت نیشنل لائبریری کراچی (جو اب لیاقت میموریل لائبریری ہے) کراچی یونیورسٹی لائبریری، ڈھاکہ یونیورسٹی لائبریری، اور خلافت لائبریری ربوہ کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

علوم کے قدردان

مسلمانوں نے علوم سے بے پناہ محبت کی اور اسے ساری دنیا میں پھیلایا۔ بہت سے علوم ایجاد کئے۔ جیسے اسماء الرجال کا علم جس کی بناء پر آج بھی ہم ۵ لاکھ افراد کی اصلی اور حقیقی سیرت و سوانح سے

مستفید ہو سکتے ہیں۔ پھر علوم کی درجہ بندی بھی مسلمانوں نے ہی دنیا کو عطا کی۔ آج کے علوم جدیدہ میں تمام درجہ بندی Classification کی سکیمیں عربوں کی مرہون منت ہیں۔ اگرچہ قبل مسیح اور بعد از مسیح بھی علوم اور کتب کے دلدادہ پیدا ہوتے رہے۔ مگر علوم، کتب اور کتب خانوں کو جو مقام جو اہمیت و وقعت اور مرتبہ و قیمت عربوں نے دی وہ اور کسی قوم نے نہیں دی۔ مسلمانوں کے کتب خانوں، لائبریریوں اور مسلمانوں کے علوم پر بہت کچھ لکھا گیا۔ آج موجودہ دنیا کے جدید میڈیا میں جتنی بھی لائبریریاں خدمات پیش کر رہی ہیں۔ وہ قدیم اصولوں سے ضرور مستفید ہوتی ہیں۔ دور اموی، دور عباسی اور شاہان مغلیہ کے زمانہ میں سینکڑوں علوم کے ماہرین، مترجمین، شارحین، حکماء، فلاسفر، علماء اور فقہا پیدا ہوئے۔ شاہان اموی، عباسی اور مغلیہ علوم کے دلدادہ تھے۔ سینکڑوں علوم کے ماہرین ان کے ملازم ہوا کرتے تھے اور بیسیوں کتب خانے تھے جن پر ہزاروں بلکہ بعض کتب خانوں میں لاکھوں کتب موجود ہوتی تھیں۔ جن میں عربی، فارسی، ہندی کے علاوہ یونانی، سنسکرت اور دوسری زبانوں کے تراجم پر مشتمل نہایت اعلیٰ کتب بھی شامل ہوتی تھی۔ اگرچہ آج ان کتب خانوں کا وجود نہیں ہے۔ تاہم تاریخ نے ان کو سنہری حروف میں محفوظ رکھا ہے۔ اور آج بھی یہ کتب خانے علمی و ادبی دنیا میں بڑے بڑے عجوبے سمجھے جاتے ہیں۔

اسلامی عہد میں کتب کی تالیف و تدوین و ترتیب

کلام الہٰی، احادیث مبارکہ، آثار صحابہ اور اسلامی علوم میں علم کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ عہد رسالت اور دور خلفاء راشدین میں ہی تالیف و تدوین کتب جیسے قرآن کریم، احادیث وغیرہم کی تدوین کا کام شروع ہو گیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں علامہ ابن شہاب زہری نے تدوین حدیث کا کام شروع کیا۔ نیز ابو بکر خرص نے بھی کتب تالیف کی۔

ابن ندیم نے الفہرست میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ۶۰ھ میں فن حدیث، تفسیر، فقہ، تجوید اور علم الاخلاق کے متعلق کتب لکھی گئیں۔ ۱۰۰ھ تک بہت سی کتب تالیف کی جا چکی تھیں۔

دور اموی میں بھی علماء کے پاس ہزاروں کتب ہوا کرتی تھیں اور بہت سے لوگ کتب کی تالیف و تدوین پر مامور تھے۔ عباسی دور میں کتب کی تالیف و تصنیف کا یہ عالم تھا کہ تمام بلاد اسلامیہ میں جابجا اور خاص کتب خانے قائم ہو گئے تھے۔ تجارت کتب کا میلان بہت ترقی کر گیا تھا۔ تیسری صدی ہجری میں بغداد کے اندر کتب فروشوں کی چھ صد دکانیں تھیں۔ چوتھی صدی ہجری میں الحکم ثانی کے عہد میں صرف قرطبہ میں بیس ہزار سے زائد تاجران کتب تھے۔ تالیف و تدوین کے ساتھ مسلمانوں میں جمع کتب کا بھی بے پناہ شوق تھا اور اسی زمانہ میں بعض دفعہ ایک ایک عالم کے پاس دس دس ہزار کتب ہوا کرتی تھیں۔ اور سینکڑوں علماء تھے۔

کتب خانوں کا قیام

اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قرون وسطیٰ میں اسلامی کتب خانے تہذیب و تمدن کے وہ بیش قیمت خزانے تھے جن کے فیض سے دنیا کی تمام متمدن اقوام نے استفادہ کیا۔ قرون وسطیٰ میں اسلامی دنیا میں جو کتب خانے قائم ہوئے وہ صرف کتب کا ذخیرہ ہی نہیں تھے بلکہ اپنی جامعیت، ندرت اور افادیت کے اعتبار سے یگانہ روزگار تھے۔ ان کے نام ہمیں بتاتے ہیں کہ مسلمان انہیں کس قدر اہمیت دیتے تھے۔ عربی زبان میں کتب خانوں کیلئے مکتبہ کا لفظ ہے۔ لیکن عربوں کے فرط ذوق نے خزائن الکتب، بیت الحکمہ، خزائن القصور، دارالعلم اور خزانہ الحکمہ جیسے اسماء سے انہیں موسوم کیا۔

پہلی صدی ہجری کے آخر سے لیکر تیسری صدی ہجری تک اسلامی ممالک کے طول و عرض میں ذاتی و عوامی مکاتب (کتب خانے) بکثرت قائم ہو گئے تھے۔ ان کا مقصد تحصیل و اشاعت علم تھا۔ کتب خانوں کی تعمیر و ترقی اور قیام میں مصنفین، مرتبین اور مولفین کا بھی بڑا دخل ہے۔ بہت سے مصنفین ایسے بھی گذرے ہیں جن کی کتب اتنی کثیر و ضخیم تھیں کہ فی ذاتہ کتب خانے کی حیثیت رکھتی تھیں۔ مثلاً مولانا جامی نے ۵۴ کتب، خطیب بغدادی نے ۵۶، امام غزالی نے ۷۸،

امام رازی نے ۸۰' ابن جوزی نے ۲۵۰' ابن حزم نے ۴۰۰ سے زائد کتب تالیف و تصنیف کیں اور ابن خطیب قرطبی نے گیارہ سو کتب اپنی یادگار چھوڑیں۔

ابن حیان نے اپنی تاریخ دس جلدوں میں لکھی اور ایک دوسری تاریخ ۶۰ جلدوں میں لکھی۔ ان کے علاوہ سینکڑوں علماء گذرے ہیں جنہوں نے بیسیوں کتب رقم کیں۔ پھر اس زمانہ میں اسماء الرجال پر بھی کئی نایاب و نادر کتب لکھی گئیں۔

پہلا کتب خانہ

اگرچہ اموی دور حکومت کو جاہلیت کے عکس میں شمار کیا جاتا ہے۔ تاہم اس دور میں علوم و فنون کی نشوونما اور تہذیب و تمدن کا بھی چرچا ہوا اور فن طب' حدیث' لغت اور فصاحت و بلاغت کے علوم رواج پانے لگے اور ان علوم پر خاصی کتب لکھی گئیں۔ سب سے پہلا اسلامی کتب خانہ کب تیار ہوا۔ اس بارہ میں مختلف آراء ہیں کیونکہ موجودہ زمانہ کی جو منظم لائبریری ہے بہرحال اس طرح کے کتب خانے زیادہ تر عباسی دور میں شروع ہوئے تھے۔ تاہم بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہ نے غیر عربی کتب کا عربی میں ترجمہ کروایا اور انہیں محفوظ کیا۔ چنانچہ پھر خالد بن یزید کو بڑا فلسفی گردانا گیا ہے۔ اس نے خلافت کو خیرباد کہہ کر اپنی خدمات علوم و فنون کیلئے وقف کر دی تھیں اور تراجم کی باقاعدہ بنیاد اس نے ہی رکھی تھی۔ کتب خانوں کا بانی عام طور پر خالد بن یزید بن معاویہ کو سمجھا جاتا ہے۔ لیکن علامہ ابن خلدون اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا نکتہ نظر یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی زمانے میں ایسا علمی مذاق کہاں پیدا ہو سکتا ہے۔ بہرحال ابن ندیم نے الفہرست میں لکھا ہے کہ خالد بن یزید حکیم کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس نے یونانی فلاسفروں کو جمع کر کے حکم دیا کہ علم صنعت میں جو کتب یونانی اور قبطی زبان میں ہیں ان کے عربی میں ترجمہ کریں۔ خالد خود بھی مصنف تھا۔ ان امور کی تصریح کے بعد یہ قرین قیاس ہے کہ دولت امویہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے سے قبل ہی شاہی کتب خانہ قائم ہو چکا تھا۔ اور پہلا شخص جس نے اس نظام کتب خانہ کی بنیاد ڈالی وہ خالد بن یزید تھا۔

کتب خانوں کی اقسام

قرون وسطیٰ میں سماج کے ہر طبقہ نے اپنی بساط کے مطابق قیام کتب خانے کے سلسلہ میں اپنا حصہ ڈالا۔ امراء و سلاطین نے کتب خانوں کو اپنی سلطنت کا جزو لاینفک قرار دیا۔ مشائخ و علماء اور حکماء نے اسے اپنی ریاضت و عبادت کا حصہ بنایا اور شائقین کتب نے کتب جمع کرنا اپنا فریضہ سمجھا۔ اس زمانہ میں اموی عباسی اور مغلیہ دور حکومت میں جو کتب خانے قائم ہوئے انہیں سات اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ سلاطین' امراء و شاہان کے کتب خانے۔ ۲۔ مساجد کے کتب خانے' ۳۔ خانقاہوں کے کتب خانے' ۴۔ مدارس و مکاتب کے کتب خانے' ۵۔ عوامی کتب خانے (عام کتب خانے) ۶۔ ذاتی کتب خانے۔ ۷۔ گشتی Mobile یا سفری کتب خانے۔

ان کتب خانوں میں عوامی کتب خانے تو بہرحال عامۃ الناس کے لئے تھے۔ علاوہ ازیں کتب خانے بھی حسب حالات و ضرورت عوام کے لئے بھی کھولے جاتے تھے۔ عوامی کتب خانے (پبلک لائبریریاں) مسلمانوں کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔

کتب خانوں میں کتب کی تعداد

قرون وسطیٰ کے عہد کے کتب خانوں میں کتب کی تعداد بھی حیرت انگیز طور پر غیر معمولی تھی۔ اس سے بھی حیرت کی یہ بات ہے کہ اس زمانہ میں کتب موجودہ دور کی نفیس کتب کی طرح نہیں ہوتی تھیں۔ ضخیم کتب جن کا حجم بھی غیر معمولی ہوا کرتا تھا اور تعداد میں لاکھوں۔ موجودہ دور کی لائبریریوں کے حجم کا اگر تناسب نکالا جائے تو ان کتب خانوں کی کتب کی تعداد کروڑوں تک بنتی ہے۔ بہرحال مسلمانوں کے عہد میں مکتبہ سابور میں کتابوں کی تعداد دس ہزار' قرطبہ کے مکتبہ الحکمۃ میں ۴ لاکھ' قاہرہ کے خزائن القصور میں ۱۰ لاکھ' بغداد کے دارالحکمت میں ۱۰ لاکھ' مکتبہ طرابلس میں ۳۰ لاکھ اور مکتبہ مراغہ میں ۴ لاکھ کتب تھیں۔

یہ تو عوامی کتب خانوں کی کتب کی تعداد تھیں۔ اس کے علاوہ ذاتی کتب خانے اور سفری کتب خانوں کی بعض کتب کی تعداد دس دس ہزار سے بھی تجاوز کر جاتی تھی۔ بہت سے علماء کے ذاتی کتب خانے تھے جن میں ہزاروں کتب ہوتی تھیں۔ آج کے دور کی سب سے بڑی لائبریری لائبریری آف کانگریس ہے جس میں مواد کی تعداد تقریباً ۱۲ کروڑ بیان کی جاتی ہے اور دنیا کا آٹھواں عجوبہ گردانا جاتا ہے۔ اس کی اہمیت اپنی جگہ لیکن اس زمانے کی دس لاکھ کتب حجم، ضخامت کے اعتبار سے آج کی کروڑوں کتب کے مساوی ہیں۔

خوف طوالت سے نظام کتب خانہ، عملہ، بجٹ کتب خانہ، اور عمارات کتب خانہ کے موضوع کو حذف کیا جاتا ہے نیز کتب خانوں کی عمومی تاریخ کے عناوین کو بھی چھوڑا جارہا ہے۔

مختلف علاقوں کے کتب خانے

چونکہ یہ مضمون مقالہ کی تخصیص ہے اور اگر تمام کتب خانوں کا ذکر کیا جائے تو اس کے لئے بیسیوں صفحات درکار ہوں گے۔ لہٰذا صرف کتب خانوں کے نام درج کر کے ہی اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔

بغداد کے کتب خانے

بیت الحکمۃ جو ہارون الرشید نے بنایا تھا آج بھی عظیم کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ خالد بن یحیی برمکی کا کتب خانہ جس میں ہزار ہا کتب موجود تھیں قابل ستائش ہے۔ بقیہ کتب خانوں میں وزیر شاہ پور، فتح بن خاقان، علی بن یحیی منجم، محمد بن الحسین بغدادی، اسحاق موصلی، مدرسہ مستنصریہ کا کتب خانہ، ابن العلقمی کا کتب خانہ وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

قاہرہ کے کتب خانے

ان میں دار العلوم قاہرہ کا کتب خانہ قابل ذکر ہے جس میں لاکھوں کتب تھیں اس کے علاوہ بیسیوں ذاتی کتب خانے تھے۔

شیراز کے کتب خانے

ان میں ابن الحمید اور معصب بن عباد کا کتب خانہ نہایت قیمتی ذخائر پر مشتمل تھا۔ اسی طرح طوس (ایران) کے کتب خانے بھی عہد اسلامی کی نمایاں یادگار تھے۔

شام کے کتب خانے

دمشق، حلب اور طرابلس میں بڑے اعلیٰ کتب خانے تھے۔ کتب خانہ جامع دمشق، طرابلس کا کتب خانہ اور حلب کے کتب خانے خاصے بڑے تھے۔

اسی طرح سمرقند، بخارا اور غزنی کے کتب خانوں کا اپنا مقام و مرتبہ تھا۔ اسی طرح اندلس کے کتب خانوں کو بھی خاصی شہرت حاصل تھی۔ خاندان مغلیہ کے کتب خانوں میں ہمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہ جہان، اورنگ زیب عالمگیر وغیرہم کے کتب خانے نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔ ان کتب خانوں میں بنیادی اسلامی علوم پر ہزاروں کتب ہوتی تھیں۔ کلام الٰہی ہزاروں کی تعداد میں لکھوائے جاتے تھے۔ ہزاروں کتب کے تراجم کروائے جاتے تھے۔ اور سینکڑوں علماء، فقہا، شعراء فضلاء وغیرہم ملازمت پر رکھے جاتے تھے۔ غرضیکہ اموی، عباسی اور مغلیہ دور کے کتب خانے عروج کے زمانے میں اوج کمال تک پہنچے اور جب ان پر تباہی آئی تو انکے آثار کچھ کم ہی بچے۔

بہرحال مسلمانوں کا ساری دنیا کو علوم کے خزائن تقسیم کرنا ایک بہت بڑا احسان ہے جو ہمیشہ قائم رہے گا۔ آج دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں کتب خانوں کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی اس سلسلہ میں اہل مغرب کو داد دینی چاہئے جن لوگوں نے امریکہ، انگلستان، کینیڈا، جرمنی، آسٹریلیا اور دوسرے ترقی یافتہ ممالک کے کتب خانے دیکھے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان کی تعداد بھی ہزاروں میں ہے اور کتب کی تعداد بھی حوصلہ افزاء اور ظاہری شکل وصورت بھی عملی جنت کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ اہل مشرق کو جرات دکھانے کی ضرورت ہے۔

ببلیوگرافی ۔ کتابیات

یہ مقالہ بہت محنت کا نچوڑ ہے اور حتی الوسع بنیادی ماخذ تک پہنچنے کی کوشش کی گئی ہے۔ نیز ثانوی اور ثلاثوی ماخذ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ وہ علمی ادبی تاریخی کتب جن سے مستفید ہو کر یہ تحقیق پیش کی گئی ہے ان میں سے چند ایک کتب درج ذیل ہیں یہ کتب جامعہ احمدیہ ربوہ اور خلافت لائبریری میں بھی موجود ہیں نیز اکثر کے تراجم بھی دستیاب ہیں۔

۱۔ الفہرست ابن ندیم ' ۲۔ مقدمہ ابن خلدون ۳۔ تاریخ تمدن اسلامی از جرجی زیدان مکمل جلدیں۔ ۴۔ علوم عرب۔ ۵۔ العلم و العلماء۔ ۶۔ اسلامی تعلیم اور قومی تہذیب ' ۷۔ جامع ترمذی ' ۸۔ کنز العمال ' ۹۔ استیعاب۔ ۱۰ سنن ابی داؤد ' ۱۱۔ صحیح مسلم ' ۱۲۔ سنن دارمی ' ۱۳۔ سیرہ ابن ہشام ' ۱۴۔ تاریخ الفخری ' ۱۵۔ البدایہ والنہایہ ' ۱۶۔ طبقات الاطبا۔ ۱۷۔ معجم الادباء ' ۱۸۔ معجم المطبوعات ' ۱۹۔ ابن خلقان ' ۲۰۔ اخبار الاندس۔ ۲۱۔ تاریخ ابوالفدا ' ۲۲۔ تاج العروس ' ۲۳۔ کشف الظنون ' ۲۴۔ تاریخ طبری ' ۲۵۔ زرقانی ' ۲۶۔ ارض القرآن ' ۲۷ مشکوۃ الاطباء ' ۲۸۔ تاریخ القرآن ' ۲۹۔ طبقات ابن سعد ' ۳۰۔ لسان العرب ' ۳۱۔ حجتہ اللہ البالغہ ' ۳۲۔ فتوح البلدان ' ۳۳۔ دیوان حماسہ ' ۳۴۔ سبع معلقات ' ۳۵۔ تاریخ الخلفاء سیوطی ' ۳۶۔ طبقات الامم ' ۳۷۔ اخبار العلماء ' ۳۸۔ دیوان نابغہ ' ۳۹۔ عیون الانباء ' ۴۰۔ کتاب الحیوان للجاحظ ' ۴۱۔ تاریخ ابن اثیر ' ۴۲۔ التاریخ المتدن الاسلامی ' ۴۳۔ نفح الطیب ' ۴۴۔ طب العرب ' ۴۵۔ محاضرات مجمع العلم العربی ' ۴۶۔ الخطط للمقریزی ' ۴۷۔ تاریخ ابن خلدون ' ۴۸۔ تاریخ بغداد ' ۴۹۔ سیر الحافظ ' ۵۰۔ رسائل البلغاء۔ ۵۱۔ تمدن عرب از لیبان ' ۵۲۔ منتخب التواریخ ' ۵۳۔ ماثر الامر ' ۵۴۔ آئین اکبری ' ۵۵۔ تاریخ عروج عہد سلطنت انگلشیہ ہند ' ۵۶۔ بزم تیموریہ ' ۵۷۔ تاریخ الامت ' ۵۸۔ تاریخ فاطمین مصر۔ ۵۹۔ اکبر نامہ ' ۶۰۔ تاریخ سلطنت خداداد ' ۶۱۔ ماثر رحیمی۔ ۶۲۔

Historian History of the Work

اور اس کے علاوہ متعدد رسائل و جرائد کے آرٹیکل نیز انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مختلف مقالہ جات اور ریسرچ پیپر سے استفادہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ علوم جدید اور برصغیر کی کئی کتب سے استفادہ اس مقالہ کی زینت بنایا گیا ہے۔

نتیجہ مقابلہ مضمون نویسی

سہ ماہی اول 98'97ء

بعنوان تقویٰ اور اس کے حصول کے ذرائع

اول:۔ مکرم مجد الدین صاحب ' گلبرگ لاہور

دوم:۔ مکرم مظفر احمد صاحب ' علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

سوم:۔ مکرم محمد شکراللہ صاحب ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

مندرجہ ذیل خدام نے امتیازی نمبر حاصل کئے۔

عرفان سیف صاحب ربوہ ' منور احمد ناصر صاحب فیصل ٹاؤن لاہور ' بلال احمد صاحب لطیف آباد حیدر آباد ' اے جی نجم صاحب دولیا جٹاں آزاد کشمیر ' نوید احمد نعیم صاحب نارتھ کراچی ' ناصر محمود رضا صاحب دارالفضل فیصل آباد ' آصف توحید صاحب ربوہ ' آصف الرحمان صاحب قمر دارالذکر فیصل آباد ' ثاقب کامران صاحب ملیر کینٹ کراچی ' سلیم احمد صاحب اختر دارالفضل فیصل آباد ' احمد فراز مامون صاحب دارالذکر فیصل آباد ' ریحان باسم خان صاحب دارالذکر لاہور

اللہ تعالیٰ یہ اعزاز سب کے لئے مبارک فرمائے۔ (مہتمم تعلیم)
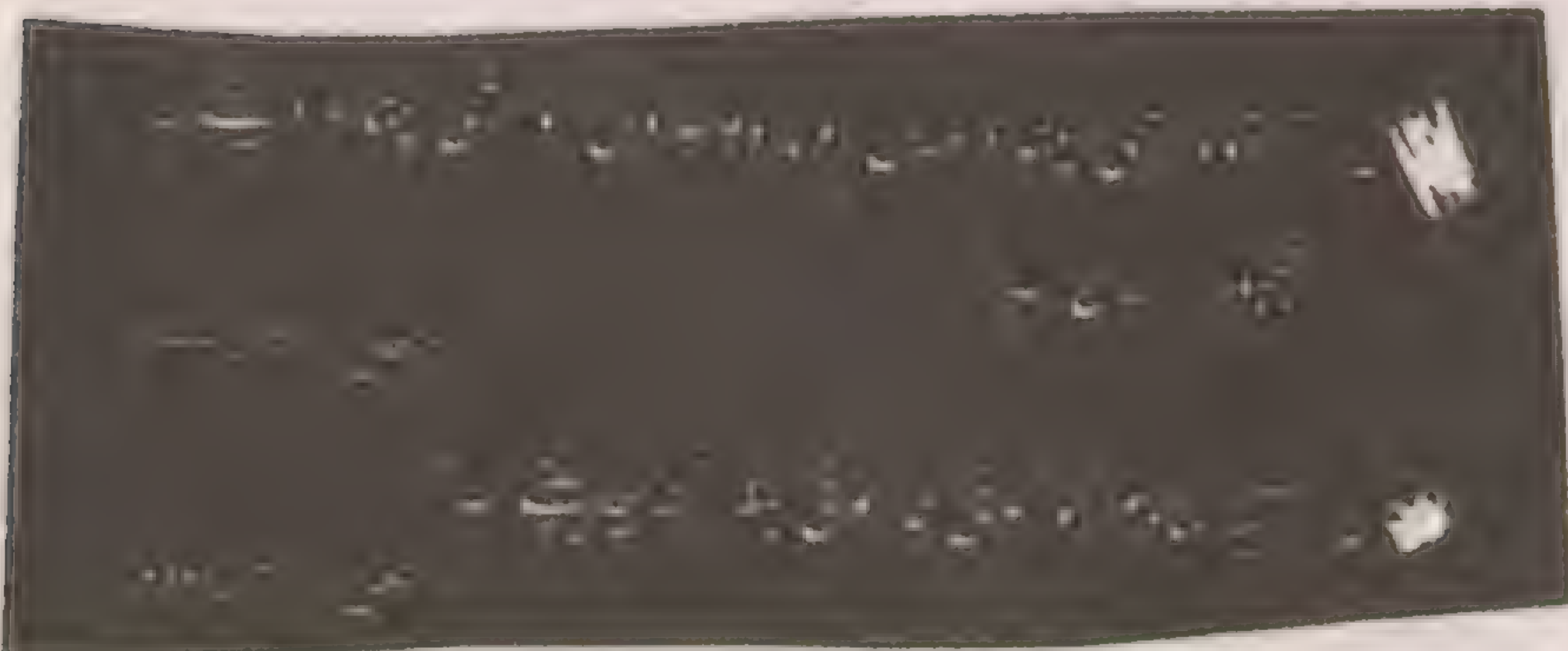
ناقدری کی حد

(لیفٹیننٹ کرنل (ر) مکرم بشارت احمد صاحب - لاہور)

ہمارے وطن عزیز پاکستان کو معرض وجود میں آئے ۵۰ سال سے کچھ زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ روز اول سے ہی یہاں طرح طرح کے بحران آتے رہے ہیں۔ سب سے پہلے تو پنجاب باؤنڈری کمیشن نے ناانصافی میں تمام حدود کو پار کر کے مسلم اکثریت کے علاقے مشرقی پنجاب میں ملا دیئے جس کی وجہ سے لاکھوں مسلمانوں کو ہجرت جیسی کڑی آزمائش میں سے گزرنا پڑا۔ لاتعداد لوگ شہید کر دیئے گئے۔ مسلمان قوم کی تقریباً پچاس ہزار عورتیں ہندوؤں اور سکھوں کے قبضہ میں چلی گئیں۔ پھر ملکی اثاثوں کی تقسیم میں بھی ہندوستان نے اپنی من مانی کی۔ مسلم اکثریت کے علاقوں میں گورداسپور کا ضلع خاص طور ہندوستان میں ملایا گیا تاکہ ہندی افواج کو کشمیر اور جموں کی ریاست سے ملایا جا سکے۔ ستمبر اکتوبر ۱۹۴۷ء سے لیکر تادم تحریر بچارے کشمیری مسلمانوں پر ظلم و زیادتی اور قہر کی تلوار چل رہی ہے۔ تعجب ہے کہ مغربی میڈیا جو گلف کی جنگ میں سمندری زندگی کو خطرہ کی نشاندہی کراتے ایک تیل میں نچڑی ہوئی مرغابی کو بار بار ٹی وی پر دکھاتے نہیں تھکتا تھا۔ آج کشمیریوں کے ظلم و ستم اور ان پر کی جانے والی زیادتیوں کو یکسر فراموش کر بیٹھا ہے۔ ہیومن رائٹس کمیشن اور اس طرح کے دوسرے انسانی حقوق کے ادارے منقار زیر پر کئے بیٹھے ہیں۔

آزادی کشمیر کیلئے یکے بعد دیگرے تین جنگیں بھی لڑی جا چکی ہیں۔ 48-1947ء کی پہلی جنگ۔ پھر 1965ء کی جنگ میں پاکستان نے بڑا زور مارا، چھمب جوڑیاں کا مضبوط و مربوط ہندوستانی قلعہ ریزہ ریزہ ہو کر رہ گیا۔ جب کامیابی ہماری قدم بوسی کیلئے تیار ہو رہی تھی تو اچانک اس جنگ کے کماندار اعلیٰ میجر جنرل اختر حسین ملک کو جنگ کے دوران جنرل یحیٰ خان سے بدل دیا گیا۔ آپ دنیا بھر کی لڑائیوں کی تاریخ پڑھ جائیے۔ ناکامی اور شکست کی صورت میں تو جرنیل بدلے جاتے ہیں۔ مگر فتح و کامرانی کی حالت میں کمان بدلا نہیں کرتے۔

جنرل اختر حسین ملک کا منصوبہ، پلان اور عملی کارروائی بہت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ اگر اس کامیاب جرنیل کو بدلا نہ جاتا اور اسے اپنے منصب پر کام کرنے کی اجازت ہوتی تو یقین مانیئے ۱۹۶۵ء سے جموں و کشمیر کے مسئلے حل ہو چکے ہوتے۔ لاہور اور سیالکوٹ کے محاذوں پر الرٹ اور تیاری کا منصوبہ GHQ کی ذمہ داری تھی۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ پر بے شمار مضامین اور کتابیں لکھی گئی ہیں۔ بڑے مذاکرے اور بحث ہوئی ہے لیکن کسی ماں کے لال نے یہ وجہ نہیں بتائی کہ کامیابی کے ہوتے ہوئے کیوں اعلیٰ کماندار کو یکدم بدل دیا گیا۔ اگر یہ فاش غلطی اس وقت سرزد نہ ہوتی تو مسئلہ کشمیر حل ہو چکا ہوتا۔

اب سرکاری حلقوں سے کوئی معقول جواب نہیں ملا تو یہ نتیجہ نکالنا بجا ہو گا کہ اس فیصلہ میں مذہبی تنگ نظری اور فرقہ وارانہ اور تعصب کا عمل دخل تھا۔ جنرل اختر کی جگہ جنرل یحیٰ خان کو آگے لایا گیا۔ یہ وہی جنرل موصوف ہیں جو ۱۹۷۱ء میں جب مشرقی پاکستان ہم سے جدا ہوا۔ وطن عزیز کے صدر اور افواج پاکستان کے کمانڈر انچیف تھے۔

غیب کا علم تو خدا تعالیٰ کو ہے مگر خیال گزرتا ہے کہ شاید قوم کی اس اجتماعی بے حسی اور غلطی کی سزا اس کو بنگلہ دیش کی شکل میں ملی۔ یہ پہلی ناقدری کی ایک نمایاں مثال ہے۔ جو فن جنگ و حرب سے متعلق ہے۔ گذشتہ ۹ سال سے جو کچھ کشمیریوں سے ہو رہا ہے نامعلوم یہ کہانی کب ختم ہو گی اور یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔

دوسری ناقدری جو بدقسمتی سے پاکستان کے حصہ میں آئی ہے وہ اعلیٰ سائنسی تعلیم کے میدان میں ہے۔ ہندوستان جیسا ملک ۱۹۷۴ء میں ایٹمی دھماکہ کر کے ایٹم کلب کا رکن بن چکا ہے۔ وہ ایٹمی دوڑ میں اتنا آگے جا چکا ہے کہ امریکہ جیسا ملک ہمیں تو بار بار مجبور کرتا ہے کہ

ہم اپنا ایٹمی پروگرام کیپ کر دیں مگر یہی بات ہندوستان سے کہتے ڈرتا اور گھبراتا ہے۔

ڈاکٹر محمد عبدالسلام آخری دم تک کہتے کہتے تھک گئے کہ اے میرے ہم وطن پاکستانیو خدا کیلئے سائنس میں دلچسپی اور اعلیٰ ٹیکنالوجی کے حصول کو اپنے ملک میں ممکن بناؤ تاکہ تمہارا شمار دنیا کی ترقی یافتہ قوموں میں ہو۔ لیکن یہاں بھی جیسا تعصب اور تنگ نظری کا مظاہرہ چھمب جوڑیاں کے کمانڈر میجر جنرل اختر حسین ملک کے بارہ میں روا رکھا گیا اس سے کہیں بڑھ کر فرقہ واریت کی مثال ڈاکٹر سلام کے متعلق قائم کی گئی۔

اگر جنرل اختر ملک کو اکھنور پر قبضہ کی مہلت مل جاتی۔ تو کیا غضب ہو جاتا کم از کم پاکستان کا ایک دیرینہ مسئلہ حل ہو جاتا اور اس کی شہ رگ دشمن کے قبضہ سے آزاد تو ہو جاتی۔ اگر ڈاکٹر سلام کی سفارشات مان لی جاتیں تو ہمارے ملک کے مستقبل کے سائنس دان اس سے فائدہ اٹھاتے۔ ملک کے اندر ٹیکنالوجی ترقی کرتی اور ہم آج دوسروں کے دست نگر نہ ہوتے۔

یہ ہر دو مثالیں ناقدری کی آخری حدود کو بھی پھلانگ گئی ہیں۔ امریکہ کو دیکھئے وہ ایک عیسائی ملک ہے۔ لیکن وہاں دنیا بھر سے Brain Drain کے تحت ہر ملک و ملت اور مذہب کے لوگ آکر آباد ہو رہے ہیں۔ ہندوستان کی مثال لیجئے وہ ایک تنگ نظر ہندو معاشرہ کے باوجود ڈاکٹر سلام کو پیش کش کرتا رہا کہ ہمارے شہری بن جاؤ اور ہمارے لئے کام کرو۔ لیکن جھنگ گھمیانے کا یہ بھٹی راجپوت حب وطن کے ایمان پر ثابت قدمی سے ڈٹا رہا۔ نقصان کس کا ہوا۔ ہمارے پاکستان کا ہوا۔ کشمیر اور جموں میں خون کی ندیاں بہتی ہیں لیکن کوئی دیکھنے والا نہیں۔ ہمارے F-16 کی قیمت ادا ہو چکی ہے مگر ہمیں مل نہیں رہے۔

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے عزیز ہم وطنوں میں رواداری، تحمل، بردباری اور ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا فرما دے آمین۔ اگر ایسا نہ ہوا تو پھر خدانخواستہ ہمارا مستقبل بڑا المناک ہوگا۔ اب سوائے دعا کے اور کوئی چارہ نہیں رہا کہ خدا تعالیٰ ہم پر اپنا خاص رحم فرمائے۔ ہمارے ذہن دل اور دماغ کو کھول دے اور ہم بہترین امت کا صحیح مقام حاصل کر سکیں۔ آمین

O

جس جس کی فطرت میں آنے لگتا ہے اک جھول
بے خود ہو کر پیٹنے لگتا ہے وہ اپنا ڈھول

بھیڑ ہے وہ بھی از خود رفتہ لوگوں کی اک بھیڑ
آوازوں کا شور بہت ہے تو آہستہ بول

اپنی بات پہ اوروں کی باتوں کو دے ترجیح
ہونٹوں پر اک انگلی رکھ کر کان اور آنکھیں کھول

لوگوں نے تو منوا لی ہے اپنی اپنی بات
میں یہ دیکھ رہا ہوں تو کب ڈال سکے گا ڈول

پتہ پتہ ڈالی ڈالی اور اس کی ہریالی
یہ سب تجھ سے مانگ رہے ہیں اک مالی کا رول

چھان پھٹک کر اپنی باتوں کو منڈی میں لا
لیکن ڈنڈی مار سے مت کہنا یہ سودا تول

کس دن میں گھر سے نکلا ہوں بھیک کی آس لگائے
کس دن میرے ہاتھ میں تو نے دیکھا ہے کشکول

دھرتی والوں کی کیا سننا ان پر مٹی ڈال
نیلی چھت والے کی باتیں سب سے میٹھے بول

دل کے محرم چپ رہنے کو سی لیتے ہیں ہونٹ
یہ انداز نسیم زمانے بھر میں ہے انمول

(نسیم سیفی)

۱۹۹۷ء ــــ اور رسالہ خالد

ایک جائزہ

(مرتبہ: مکرم راجہ برہان احمد صاحب)

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ جماعت احمدیہ کی ترقی کی منازل کا ایک اور سال 1997ء تمام ہوا۔ یہ گزرا ہوا سال اپنے اندر بہت سی اہمیتوں کو سموئے بخیر و عافیت بیتا۔ جماعت احمدیہ کے تمام اہم رسائل انصار اللہ، مصباح اور تشحیذ الاذھان نے اس سال کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مزید ترقی کی۔ یہاں ادارہ خالد نے جو کچھ گذشتہ سال پیش کیا اور اہمیت کی حامل جن باتوں اور مضامین کو رسالہ میں جگہ دی گئی اس کا مختصر جائزہ اس وقت مدنظر ہے۔ گذشتہ سال بارہ میں سے دس ماہ رسالہ کی باقاعدہ اشاعت ہوئی جس میں جولائی اگست اور دسمبر کا "گولڈن جوبلی پاکستان نمبر" اور ڈاکٹر عبدالسلام نمبر شامل ہے۔ جب کہ اکتوبر اور نومبر کا اکٹھا رسالہ شائع ہوا۔ جہاں تک ان دو نمبرز کا تعلق ہے تو ان کا علیحدہ جائزہ لیں گے اس کے علاوہ شائع ہونے والے رسالوں کو چار حصوں میں تقسیم کر کے جائزہ لیں گے۔ حصہ اول میں اداریہ اور معارف الحدیث وغیرہ خالد کے مستقل کالم ہوں گے۔ حصہ دوم میں مضامین کا جائزہ پھر منظومات اور آخر میں مختلف شائع ہونے والی رپورٹس اور دوسرے اہم اعلانات کا ذکر ہو گا۔

مستقل سلسلے

دوران سال شائع ہونے والے اداریوں کے عناوین ترتیب وار یوں تھے۔ جنوری "غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی"' فروری "اک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا"' مارچ "۲۳ مارچ۔ ایک یادگار دن" اپریل اس ماہ اداریہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کی صاحبزادی کی تقریب رخصتانہ کا ذکر "احباب سارے آئے تو نے یہ دن دکھائے"' مئی۔ "خلافت ۔ ایک نعمت"' جون۔ "چھٹیاں کیسے گزاریں"' ستمبر "خدام الاحمدیہ اور خدمت خلق"' نومبر "وقت کم ہے، بہت ہیں کام چلو"

"معارف القرآن" کے تحت ہر ماہ قرآنی آیت کی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں تشریح بیان ہوتی رہی۔ اس طرح ہر ماہ کبھی "نورانی تحریریں" کبھی "تبرکات" اور کبھی "مشعل راہ" کے عنوانات کے تحت خلفاء احمدیت کے مختلف نصیحت آموز اقتباسات شائع ہوئے۔ آخر میں "معارف الحدیث" مکرم عبدالسمیع خان صاحب تسلسل سے ازافاضات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ مندرجہ ذیل عناوین کے تحت مرتب کرتے رہے۔

جنوری "روزہ جسم کی زکوۃ اور صحت کا ضامن ہے"' فروری۔ عبادت کا دروازہ رمضان ہے"' مارچ۔ "اللہ اور لوگوں کی محبت حاصل کرنے کا نسخہ" مئی "گھر سے باہر نکلنے کی دعا" جون "جھوٹ سب گناہوں کی جڑ ہے" نومبر۔ اس ماہ صرف ایک منتخب شدہ حدیث بعنوان "سات خوش نصیب انسان" شائع ہوئی۔

مضامین

دوران سال ۴۲ مضامین مختلف نوعیت کے اور مختلف احباب جماعت کی طرف سے شائع ہوئے۔

مکرم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب کے پانچ مضامین شائع ہوئے۔

ا۔ تازہ بستیاں آباد (حصہ اول) جنوری صفحہ ۲۸، ۲۔ حصہ دوم (فروری صفحہ ۲۵)، ۳۔ اطاعت کے قرینے (اپریل صفحہ ۹)، ۴۔ ناقابل فراموش ہستیاں (مئی ۱۵)، ۴۔ ظفراللہ خان۔ میرے مربی (مئی صفحہ ۱۸)،

⊙ مکرم خواجہ ایاز احمد صاحب کے چار مضامین شائع ہوئے۔

ا۔ رمضان المبارک اور تلاوت قرآن کریم (جنوری صفحہ ۹)، ۲۔ آنے والوں سے پیار، محبت (مئی ۱۳)، ۳۔ نومبائعین کی تربیت کیلئے (جون صفحہ ۲۹)، ۴۔ نومبائعین کی تربیت کیلئے قسط نمبر ۲ (ستمبر صفحہ ۱۳)

⊙ پروفیسر راجا نصراللہ خان صاحب، مکرم محمد شکراللہ صاحب اور مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب کے تین تین مضامین شائع ہوئے۔

مکرم پروفیسر راجا نصراللہ خان صاحب

ا۔ نماز۔ تمام اذکار کا مجموعہ (جون صفحہ ۱۰)، ۲۔ قوم و ملک کے ہیرو (ستمبر صفحہ ۱۷)، ۳۔ نوجوانوں کیلئے بے کاری سراسر نقصان دہ ہے (نومبر صفحہ ۳۲)

مکرم محمد شکراللہ صاحب

ا۔ MTA اور احمدیت (اپریل صفحہ ۱۵)، ۲۔ وقف زندگی (اپریل صفحہ ۳۹)، ۳۔ پرچم ستارہ و ہلال اور قومی ترانہ (ستمبر صفحہ ۳۱)

مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب

ا۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر (جنوری صفحہ ۲۱)، ۲۔ لیکھرام پر ایک خصوصی مقالہ (مارچ صفحہ ۹۵)، دعا اور روزہ (فروری صفحہ ۹)

⊙ مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن اور مکرم محمود مجیب اصغر صاحب کے دو دو مضامین شائع ہوئے۔

مکرم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد

ا۔ تیری عاجزانہ راہیں اسکو پسند آئیں۔ (مارچ صفحہ ۳۴)، ۲۔ ارکان نماز کی حکمت (نومبر صفحہ ۲۱)

مکرم محمود مجیب صاحب اصغر

ا۔ سیرت حضرت مسیح موعود (جنوری صفحہ ۱۵)، ۲۔ تلاوت قرآن کریم (نومبر صفحہ ۱۷)

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل احباب کی طرف سے ایک ایک مضمون یا مرسلہ شائع ہوا۔

ا۔ مکرم طارق رشید صاحب "ایم ٹی اے اور احمدیت" (جنوری صفحہ ۲۵)

۲۔ مکرم ملک محمود صاحب آف لاہور "حضرت مصلح موعود کا عشق رسول ﷺ" (فروری صفحہ ۱۵)

۳۔ مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب "آفتاب احمد صاحب بسمل" (فروری صفحہ ۲۹)

۴۔ مکرمہ امتہ الحئی آسیہ صاحبہ "ابو یوسف اسحاق الکندی" (فروری صفحہ ۳۱)

۵۔ مکرم ڈاکٹر سلطان احمد صاحب مبشر مہتمم اشاعت "سیرت حضرت مسیح موعود" (مارچ صفحہ ۹)

۶۔ مکرم مظفر احمد صاحب سلطان "ہائیکنگ" (اپریل صفحہ ۲۴)

۷۔ مکرم شکیل احمد صاحب ناصر "آب دوز" اپریل صفحہ ۲۹)

۸۔ مکرم مبشر احمد صاحب سراء "آئینہ" (اپریل صفحہ ۴۸)

۹۔ مکرم حافظ مظفر احمد صاحب "حضرت جعفرؓ" (مئی صفحہ ۷)

۱۰۔ مکرم میجر (ر) سعید احمد صاحب "کائنات کے راز" (مئی صفحہ ۲۴)

۱۱۔ مکرم نوید احمد صاحب نعیم "دنیا کا درجہ حرارت بڑھ رہا ہے" (مئی صفحہ ۲۷)

۱۲۔ مکرم مرزا خلیل احمد صاحب "حضرت اویس قرنیؓ" (جون صفحہ ۱۵)

۱۳۔ مکرم مسعود احمد صاحب دہلوی سابق مدیر الفضل "پھانس"

(جون صفحہ ۱۹)

۱۴۔ مکرم محمد سلطان ظفر صاحب "کمپیوٹر" (جون صفحہ ۳۷)

۱۵۔ مکرم عطاء الغفار صاحب راشد "CA کی فیلڈ میں آنیوالوں کیلئے مفید مشورے" (جون صفحہ ۴۱)

۱۶۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی "مذہب اور اس کی ضرورت" (ستمبر صفحہ ۳)

۱۷۔ مکرم عبدالسمیع خان صاحب "قیام و استحکام پاکستان اور احمدیہ لٹریچر" (ستمبر صفحہ ۲۷)

۱۸۔ مکرم سلیم الدین صاحب "آنحضرت ﷺ اور عبادات الٰہیہ" (نومبر صفحہ ۱۰)

۱۹۔ مکرم طارق محمود صاحب ناصر "خدام الاحمدیہ کا قیام اور ہماری ذمہ داریاں" (نومبر صفحہ ۲۵) اس طرح یہ کل ۴۲ مضامین ہوئے۔

منظومات

دوران سال مختلف شعراء کے منظوم کلام کا جائزہ جو شائع ہوا کچھ یوں ہے۔ جنوری میں مکرم عبیداللہ علیم صاحب کی نظم صفحہ نمبر ۱۴ پر شائع ہوئی جس کا پہلا شعر یوں تھا۔

نوروں نہلائے ہوئے قامت گلزار کے پاس
اک عجب چھاؤں میں ہم بیٹھے رہے یار کے پاس

مارچ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام شائع ہوا جس کا پہلا شعر تھا۔

قبضہ تقدیر میں دل ہیں اگر چاہے خدا
پھیر دے میری طرف آ جائیں پھر بے اختیار

یہ صفحہ نمبر ۴ پر تھا اور پھر یہی کلام اپریل میں صفحہ نمبر ۷ پر دوبارہ شائع ہوا۔ ماہ مارچ میں ہی مکرم میراللہ بخش صاحب تسنیم کی نظم بعنوان "مرے مولا تیری نصرت کہاں ہے؟" صفحہ نمبر ۸ پر شائع ہوئی جس کا پہلا شعر یہ تھا۔

مظالم ہو رہے ہیں انتہا کے
جو خو کردہ تھے تسلیم و رضا کے

دوران سال شائع ہونے والا آخری منظوم کلام مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب کی نظم بعنوان "دست کرم نے ہم کو سنبھالا ہوا تو ہے" شائع ہوئی جس کا پہلا شعر ماہ نومبر کے رسالہ کے صفحہ ۳۷ پر یوں ہے۔

وہم و گماں دل سے نکالا ہوا تو ہے
خود کو یقین کی راہ پہ ڈالا ہوا تو ہے

رپورٹس و اہم اعلانات

مثالی وقار عمل، ساتویں آل پاکستان ورزشی مقابلہ جات، چوتھے سالانہ علمی مقابلہ جات، اکتالیسویں سالانہ تربیتی کلاس اور تیسری آل پاکستان صنعتی نمائش کی رپورٹس بالترتیب مارچ، اپریل، مئی، جون اور ستمبر میں شائع ہوئیں۔ اسی طرح مرکزی عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان کی طرف سے محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب، محترم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب اور حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ کی وفات پر قرار داد تعزیت بالترتیب جنوری صفحہ ۲۶ جنوری صفحہ ۷ اور جون صفحہ ۷ پر شائع ہوئے۔ اس کے علاوہ ماہ اپریل میں صفحہ نمبر ۳۲ پر ادارہ خالد کی طرف سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صاحبزادی کی تقریب رخصتانہ پر مبارکباد پیش کی گئی۔

گولڈن جوبلی پاکستان نمبر

اگست میں شائع ہونے والے اس خالد کے خصوصی نمبر کے ۱۸۴ صفحات تھے۔ تیرہ مضامین و مقالہ جات، تین انٹرویوز اور چند منظومات وغیرہ کا مرقع یہ نمبر تھا۔ جن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ مضامین لکھنے والوں میں۔

محترم صدر مجلس خدام الاحمدیہ کا پیغام، مکرم حافظ راشد جاوید

صاحب، مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد، مکرم محمد ارشد صاحب، مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب، مکرم احمد طاہر مرزا صاحب، مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب، مکرم محمد محمود طاہر صاحب ایم اے۔ مکرم ثاقب زیروی صاحب، مکرم فخر الحق صاحب شمس، مکرم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب، مکرم ناصر احمد صاحب طاہر، مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب شامل تھے جن کے مضمون اور مقالہ جات بالترتیب یوں تھے۔

ا۔ "حب الوطن من الایمان" ۲۔ "تحریک پاکستان کی روح رواں جماعت" (خصوصی مقالہ)، ۳۔ "تعمیر وطن اور احمدی خواتین" ۴۔ الف۔ "تحریک پاکستان اور امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب" ب۔ "پاکستان کے ہونہار فرزند" ۴۔ "پاکستان۔ ایک شماریاتی جائزہ" ۵۔ "بے مثال معمار پاکستان۔ حضرت مصلح موعود (مقالہ)، ۶۔ "تحریک آزادی کشمیر اور جماعت احمدیہ" ۷۔ "ناقابل فراموش" ۸۔ "احمدی مجاہدین، میدان جہاد میں" ۹۔ "پاکستان میں اردو ادب اور جماعت احمدیہ کا کردار" ۱۰۔ "ایک بااصول راہنما۔ قائداعظم محمد علی جناح"۔ ۱۱۔ "مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی قوم و ملک کی خدمت۔ چند جھلکیاں"

شائع ہونے والے تین انٹرویوز بالترتیب ائرمارشل ظفر چوہدری صاحب، صاحبزادہ ایم۔ ایم۔ احمد صاحب اور سندھ کے سابق نگران وزیر مکرم کنور ادریس احمد صاحب کے تھے۔

منظومات میں سے محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحب، محترم ثاقب زیروی صاحب اور محترم شیخ نصیرالدین صاحب کی بالترتیب بعنوان "میرے پیارے وطن حاضر ہے میرے پیار کا سورج" صفحہ نمبر۳۹۔ آزادی وطن صفحہ نمبر۶۰ اور بربط کے نظارے صفحہ نمبر۹۹، وطن ہمارا صفحہ نمبر ۸۵ پر شائع ہوئیں۔ اس کے علاوہ خدام الاحمدیہ کے زیر اہتمام ہونے والے سیمینار گولڈن جوبلی پاکستان کی رپورٹ بھی شائع ہوئی۔

رسالہ ہذا کے بارہ صفحات تصاویر سے مزین تھے۔ جن میں بالترتیب حضرت مرزا بشیر الدین محمود صاحب المصلح الموعود، قائداعظم محمد علی جناح، حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ، محترم جنرل اختر حسین ملک صاحب ہلال جرات، محترم جنرل عبد العلی ملک صاحب ہلال جرات، سکواڈرن لیڈر محترم خلیفہ منیر الدین احمد صاحب، محترم لیفٹیننٹ جنرل افتخار جنجوعہ صاحب ہلال جرات، محترم جنرل نسیم احمد صاحب، محترم جنرل محمود الحسن صاحب، ائرمارشل (ر) محترم ظفر چوہدری صاحب، بریگیڈیئر محترم مسعود الحسن نوری صاحب، محترم کنور ادریس صاحب، محترم پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب، حضرت مولانا عبد الرحیم درد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب، حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب، محترم آفتاب احمد خان صاحب، حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب، محترم پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب، محترم پروفیسر نصیر احمد خان صاحب اور محترم صوبیدار (ر) راجہ محمد مرزا خان صاحب کی تصاویر شامل ہیں۔ ان کے علاوہ دو تصاویر فرقان بٹالین کی اور تین تصاویر خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے سیمینار گولڈن جوبلی پاکستان کی ہیں۔ اس نمبر کی شان "حضرت امام جماعت احمدیہ کی قوم و ملک کیلئے نیک تمناؤں" کی اشاعت نے دوبالا کی ہے۔ مختصراً جیسا کہ پروفیسر راجہ نصراللہ خان صاحب نے کہا کہ "مجلہ خالد کا گولڈن جوبلی نمبر واقعی یہ نہایت قیمتی اور مفید مرقع مضامین ہے اللہ تعالیٰ آپ سب کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔" (خالد ستمبر ۱۹۹۷ء صفحہ ۱۷)

ڈاکٹر عبد السلام نمبر

سال کے آخری یعنی دسمبر کے مہینے میں شائع ہونے والا خالد کا شمارہ تقریباً اڑھائی سو صفحات پر مشتمل تھا۔ نصف صد کے قریب مضامین منظومات انٹرویوز اور مختلف احباب کے خراج عقیدت اس

رسالہ میں شامل ہیں۔ مضامین کی ترتیب کچھ یوں ہے۔

"پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے اعزازات کی فہرست" مرتبہ راجہ برہان احمد صاحب

"عظمتوں کا مینار" از مکرم نصیر احمد صاحب انجم

"ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے بزرگ آباؤ اجداد" از مکرم چوہدری عبدالحمید صاحب

◎ "خدائے السلام کا بندہ۔ عبدالسلام" از مکرم ناصر احمد صاحب طاہر

◎ "A Hero is Gone" از مکرم ڈاکٹر پرویز ہود بھائی صاحب

◎ "کچھ یاد ماضی کچھ گزارشات" از ڈاکٹر صاحب مرحوم

◎ "ڈاکٹر عبدالسلام صاحب امپیریل کالج میں" اور "ڈاکٹر عبدالسلام۔ میرا بھائی" از مکرم چوہدری عبدالحمید صاحب

◎ "ہمارے بھائی جان" از مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب

◎ "میرے پیارے بھیا" از مکرمہ حمیدہ بشیر صاحبہ

◎ "نوبل انعام کا بانی۔ الفریڈ نوبل" از مکرم ڈاکٹر سلطان احمد صاحب مبشر مہتمم اشاعت

◎ "نوبل انعام کی تقریب کا آنکھوں دیکھا حال" از مکرم منیر الدین شمس صاحب

◎ "صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریف اس کا" از مکرم پروفیسر ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب

◎ "ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا نوجوانوں کیلئے ایک پیغام" مرسلہ مکرم لطیف احمد صاحب کاہلوں

◎ "پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب آئیوری کوسٹ میں" از مکرم نصیر احمد شاہد صاحب

◎ "چند یادیں چند باتیں" از محترم ثاقب زیروی صاحب

◎ "ڈاکٹر عبدالسلام صاحب تنزانیہ میں" از مکرم عبدالوہاب احمد صاحب

◎ "ڈاکٹر صاحب کو خراج عقیدت" از پروفیسر ڈاکٹر اختر حسین آفتاب۔ بھارت

◎ "ایک نابغۂ روز گار وجود" از مکرم عطاء المجیب راشد صاحب

◎ "ڈاکٹر عبدالسلام کی رحلت ایک قومی المیہ" از ڈاکٹر منیر احمد خان صاحب

◎ "میرا دوست میرا حبیب" از سابق چیف آف ائیر سٹاف ظفر چوہدری

◎ "بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ....." از مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ

◎ "چند حسین و دلکش یادیں" از مکرم بشیر احمد خان صاحب رفیق

◎ "عالم پہ اپنی دھاک بٹھا کر چلا گیا۔ آپ کی عظیم خدمات" پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب

◎ "وحدت، حقیقت اور عبدالسلام" از پروفیسر جان زیمان برسٹل یونیورسٹی

◎ "گمنام تھا وطن میں" جناب اصغر علی گھرال صاحب

◎ "اسلام اور سائنس" پروفیسر ڈاکٹر صاحب کے مقالہ کی تلخیص" مرسلہ مکرم ملک مبشر احمد صاحب کراچی

◎ "آپ کی کتب کا تعارف" از مکرمہ صبوحی ناصر صاحبہ اور مکرمہ منورہ حمید صاحبہ

◎ "خدا حافظ و ناصر" تحریر سید مبشر احمد ایاز صاحب مدیر خالد

اس کے علاوہ مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب، راغب مراد آبادی، عبدالکریم قدسی، ظہور الدین بابر، بشریٰ ربانی، عطاء القدوس اور انگریزی شاعر Fred Reins صاحبان کا منظوم خراج عقیدت اور انگریزی اخبارات کے تبصرے اور

Many Salams to Dr. Salam شائع ہونے والے انٹرویوز میں آپ کے اہل خانہ کا انٹرویو' از مکرمہ ڈاکٹر نصرت جہاں صاحبہ اور ڈاکٹر امتہ الرشید صاحبہ' "انٹرویو نوائے وقت" مرسلہ مکرمہ امتہ الحی آسیہ صاحبہ' مکرم ڈاکٹر صاحب اور گورنمنٹ کالج لاہور' پرنسپل صاحب اور دیگر پروفیسرز صاحبان کے انٹرویوز پر مبنی تحریر از مکرم حافظ راشد جاوید صاحب' ڈاکٹر پروفیسر انیس عالم صاحب سے ایک انٹرویو جو مکرم حافظ راشد جاوید صاحب نے لیا اور آخر میں ڈاکٹر پروفیسر مجاہد کامران چیئرمین شعبہ فزکس پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایک انٹرویو جو مکرم انصر رضا صاحب اور حافظ راشد جاوید صاحب نے لیا۔

ڈاکٹر صاحب سے تعلق رکھنے والی جو تصاویر اس شمارہ میں شائع ہوئیں۔ ان میں ۳ تصاویر آپ کی حضرت صاحبزادہ خلیفتہ المسیح الثالث اور دو خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے ساتھ ہیں۔ ۶ تصاویر آپ کی علیحدہ ہیں' ۴ تصاویر آپ کی عمر کے مختلف ادوار کی ہیں۔ ۳ تصاویر اس تقریب کی ہیں جس میں آپ کو نوبل انعام ملا۔ چند تصاویر جماعت کے بزرگان کے ساتھ ہیں۔ ایک تصویر آپ کی راہبرا کے ساتھ ہے جو سپار کو (پاکستان) کی طرف سے چھوڑا جانے والا پہلا راکٹ تھا۔ ۳ تصاویر بالترتیب پروفیسر ڈاکٹر محمد ذکریا بٹ' مجاہد کامران اور انیس عالم صاحبان کی ہیں جن کے انٹرویوز بھی اس شمارہ میں شامل ہیں۔ ایک تصویر آپ کے والد محترم حضرت چوہدری محمد حسین صاحب کی ہے۔ ایک تصویر دنیائے سائنس کے تاج محل آئی۔ سی۔ ٹی۔ پی۔ ٹریسٹ۔ اٹلی کی مرکزی عمارت کی ہے جس کے آپ بانی ہیں۔ ۶ تصاویر آپ کے جنازے سے تعلق رکھنے والی بھی اس شمارہ میں ہیں۔

رسالہ کے شروع میں اداریہ کے بعد بعنوان "غیر اس کے سب ہیں فانی" ڈاکٹر صاحب کے متعلق سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا محبت بھرا ذکر خیر ہے جس نے اس شمارہ کی اہمیت بڑھائی ہے۔ غرض یہ رسالہ سخت محنت اور جدوجہد کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اس میں واقعی نہایت ہی خوبصورت' معلوماتی' قیمتی اور مفید مرقع باتیں ڈاکٹر صاحب مرحوم سے تعلق رکھنے والی موجود ہیں۔ جو ہمیں ڈاکٹر صاحب کے کارنامے یاد دلاتی ہیں۔ تاکہ ہم ان کے لئے مزید دعائے مغفرت کریں۔ اللھم اسکنہ فی جوار رحمتک

ٹائیٹل صفحات

اس جائزہ کو ختم کرنے سے قبل رسالہ خالد کے ٹائیٹل صفحات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا ضروری ہے۔ ترتیب وار جنوری کا ٹائیٹل صفحہ "ڈاکٹر عبدالسلام صاحب" کی رنگین تصویر سے مزین تھا۔ فروری "حضرت مصلح موعود" کی تصویر سے۔ مارچ "حضرت اقدس مسیح موعود" کی تصویر سے۔ اپریل' مئی' جون اور ستمبر کے ٹائیٹل صفحات بالترتیب ورزشی مقابلہ جات' علمی ریلی' سالانہ تربیتی کلاس اور سالانہ صنعتی نمائش کی تصاویر سے مزین تھے۔ نومبر کے شمارے کا ٹائیٹل صفحہ سال 98-1997ء کیلئے راجہ منیر احمد خان صاحب کی مزید دو سال کے لئے صدر مجلس خدام الاحمدیہ مقرر ہونے کی حضرت صاحب کی طرف سے منظوری کے اعلان کا تھا۔ جب کہ دوران سال شائع ہونے والے دو نمبرز میں گولڈن جوبلی پاکستان نمبر کا ٹائیٹل صفحہ جو مکرم ندیم احمد باسط صاحب نے ترتیب دیا تھا۔ پاکستان کے نقشے' جھنڈے اور گولڈن جوبلی کے مخصوص نشان پر مشتمل تھا اور ڈاکٹر عبدالسلام نمبر "ڈاکٹر صاحب ہی کی ایک نہایت اعلیٰ رنگین تصویر پر مشتمل تھا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جماعت احمدیہ کے خدام کے اس نمائندہ کو آنے والے وقتوں میں مزید ترقیات بخشے اور خلافت کا دست شفقت ہمیشہ اس پر رہے۔ آمین ثم آمین

شعرائے احمدیت

پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب

(مکرم میر انجم پرویز صاحب)

حالات زندگی

پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب ۱۹۲۵ء میں ویرووال ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ویرووال ہی میں حاصل کی۔ پھر حصول تعلیم کی خاطر قادیان تشریف لائے اور ۱۹۴۱ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اس کے بعد ایف سی کالج لاہور سے بی ایس سی کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۴۷ء میں علی گڑھ یونیورسٹی سے ایم ایس سی پاس کیا۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۱ء تک فضل عمر ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں کام کرتے رہے۔ مئی ۱۹۵۱ء میں تعلیم الاسلام کالج سے وابستہ ہو گئے۔ جب کالج ربوہ منتقل ہوا تو آپ بھی ربوہ تشریف لے آئے۔ آپ نے ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۵ء تک ڈرہم یونیورسٹی انگلستان سے نیوکلیئر فزکس کے مضمون میں پی۔ ایچ۔ ڈی کا امتحان پاس کیا۔

۱۹۶۵ء میں آپ کو تعلیم الاسلام کالج کے شعبہ فزکس کا صدر مقرر کیا گیا۔ ۲۹ نومبر ۱۹۸۳ء کو دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

"رود چناب"

ڈاکٹر صاحب کے شعری مجموعہ کا نام ہے۔ بعض اخبارات و رسائل میں ان کا خاصا کلام شائع ہوتا رہا ہے۔ ان کے مجموعہ کلام "رود چناب" کا پیش لفظ تحریر کرتے ہوئے ڈاکٹر وزیر آغا صاحب یوں تبصرہ فرماتے ہیں:۔

"پروفیسر نصیر احمد خان کے مجموعہ کلام..... "رود چناب" اور مضامین جنہیں اردو غزل نے کئی سو سال سے حرز جان بنا رکھا ہے پروفیسر صاحب کی شخصیت سے مملو ہو کر جب ان کے کلام کی بنت میں شامل ہوئے ہیں تو رنگ قدیم کے باوجود ایک نئے آہنگ کا نمونہ ثابت ہوئے ہیں۔" (رود چناب صفحہ ۹ تا ۱۲)

ڈاکٹر عبد الرشید صاحب تبسم کا تبصرہ

ڈاکٹر عبد الرشید صاحب تبسم پروفیسر صاحب کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ڈاکٹر نصیر احمد خاں صاحب کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ وہ دریائے علوم ہیں۔ ان کی شاعری ان کے علمی تجربے سے فیض یافتہ ہونے کی وجہ سے ہمہ جہتی حسن کی آئینہ دار ہے۔ بحیثیت شاعر ڈاکٹر نصیر احمد خاں دروں بیں ہیں لیکن ساتھ ہی بیروں بینی سے انہیں گہری دلچسپی ہے۔ زندگی کا مسودہ پڑھتے ہوئے مجھے بار بار یہ خیال آیا کہ اگر شاعر خلوص دل سے خود کو منکشف کرنے پر آمادہ ہو جائے تو قدرتی بات ہے کہ اس کے کلام میں اس کی شخصیت کی خوشبو از خود شامل ہونے لگے گی۔ ایک کلچرڈ انسان کا یہی امتیازی وصف ہے کہ اس کے ظاہر اور باطن میں ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ شکنوں اور سلوٹوں کو نہایت خوبصورتی سے ہموار کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے ایسا مہذب انسان اگر ساتھ ہی شاعر بھی ہو تو اس کا کلام بھی قدرتی طور پر شکنوں سے ایک بڑی حد تک محفوظ ہوگا۔ پروفیسر نصیر احمد خاں کا کلام ایک جوئے رواں کی طرح دکھائی دیتا ہے تو اس کا اصل باعث خود انکی دلنواز اور آہستہ خرام شخصیت ہے...... پروفیسر نصیر احمد خاں کی غزل کا رنگ کلاسیکی ہے۔ وہ ساری تلمیحات، لفظی تراکیب کے کھردرے حقائق ان کی شاعری کا مرکزی خیال ہیں۔ مگر ان کی حساس اور بے تاب فطرت انہیں بار بار رومان نگاری پر بھی مجبور کر دیتی ہے......

سادگی، سہل ممتنع، جوش، محاکات، نفسیات انسانی، فلسفہ حیات سب کچھ ڈاکٹر نصیر احمد خاں کی شاعری میں موجود ہے۔ مختصر یہ کہ شاعر ڈاکٹر نصیر احمد خاں صاحب صاحب دل ہیں اور صاحب ادراک بھی۔ یہی حقیقت ان کی شاعری کو پائیدار اور جاوداں بناتی ہے۔" (رود چناب صفحہ ۱۳ تا ۱۴)

نمونہ کلام

پروفیسر صاحب کی شاعری اپنے اندر کیا خوبیاں اور کمالات رکھتی ہے اس کا اندازہ کرنے کیلئے نمونے کے طور پر چند منتخب اشعار پیش خدمت ہیں۔ قارئین مزید استفادے کیلئے ڈاکٹر صاحب کا مجموعہ کلام "رود چناب" دیکھ سکتے ہیں۔

نہ اٹھواؤ نصیر بے نوا کو اپنی محفل سے
یہ مہماں راہی ملک عدم یوں بھی ہے اور یوں بھی

میں اپنے پیاروں سے الفت کا کر تو لوں اظہار
یہ حرف و صوت یہ لوح و قلم رہے یا نہ رہے
خنجر ناز اٹھا ہے سر مقتل تو کیا
جاں لٹانے کو چلے آئے ہیں دیوانے بھی
جاں دے کے ہم پہ کھولا راز یہ شہید نے
مر مٹنا آبرو پہ ہے تعبیر زندگی
محض گفتار سے کب زندہ ہوئی ہیں قومیں
نام کی ہم کو نہیں کام کی ضرورت ہے

صبح کا نور ترے حسن جہاں تاب کی ضو
شفق شام ہے غازہ تری رعنائی کا

نوک شمشیر سے مرا سینہ ہے فگار
مجھ سے مجروح کو اک تیر قضا اور سہی
مقتل حسن میں اک تازہ گرفتار آیا
دست محبوب پہ کچھ رنگ حنا اور سہی

تازگی جسم کو دے جاں کو توانائی دے
مضطرب دل کو مرے صبر و شکیبائی دے
اے زمین سے گل صد رنگ اگانے والے
تودہ خاک ہوں تو صورت و زیبائی دے
فکر بالیدہ عطا کر مری ہر سوچ بدل
گنگ ہے میری زباں طاقت گویائی دے

بقیہ از صفحہ 42

اگست کے مہینے میں پانچ گروپس بھیجے گئے جن میں سے ایک گروپ جو دو افراد پر مشتمل تھا وہ تحقیقی دورے پر گیا تھا۔ اس ماہ کا پہلا گروپ مکرم حافظ راشد جاوید صاحب کی نگرانی میں نلتر کی طرف گیا۔ یہ گروپ تین افراد پر مشتمل تھا جن میں سے بقیہ دو احباب جاپانی تھے اور یہ گروپ تیرہ ایام کیلئے ہائیکنگ پر گیا تھا۔ دوسرا گروپ مکرم موید ایاز صاحب آف لاہور کی نگرانی میں لاہور سے گیا۔ جو "کنکورڈیا، K-2 بیس" کر کے آیا۔ یہ گروپ سات خدام پر مشتمل تھا اور 25 ایام تک ہائیکنگ پر رہا۔ ایک گروپ مکرم مظفر چوہدری صاحب کی نگرانی میں تحقیقی دورہ کیلئے گلگت اور سکردو کی طرف گیا یہ گروپ دو افراد پر مشتمل تھا اور یہ ۱۲ ایام کیلئے گئے۔ اس ماہ اور سال کا آخری گروپ مکرم امین الرحمٰن صاحب کی نگرانی میں اراکین عاملہ خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ پر مشتمل تھا جو محض ناران کی طرف سیر کی غرض سے گیا۔ یہ گروپ ۲۳ افراد پر مشتمل تھا اور یہ ۵ ایام تک سیر کرتے رہے۔ اس کے علاوہ اس ماہ یعنی اگست میں ۳ افراد نے کلب کی ممبر شپ بھی حاصل کی۔

اس طرح امسال کل ۱۸ گروپس ہائیکنگ کیلئے بھیجے گئے جن میں سے ۱۵ گروپ ربوہ سے اور ۳ گروپ لاہور سے گئے۔ ربوہ سے جانیوالے گروپس میں سے ۶ گروپ جامعہ احمدیہ سے گئے۔ جامعہ احمدیہ کے ان طلباء پر مشتمل گروپس نے ہائیکنگ کلب سے استفادہ کیا۔ یوں یہ خدام قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ اس طرح امسال ہائیکنگ پر جانیوالے افراد کی تعداد ۱۳۶ رہی اور کل ۱۸ خدام کلب کے ممبر بنے۔

چونکہ ماہ ستمبر میں برف باری وغیرہ شروع ہو جاتی ہے اور سردی زیادہ ہو جاتی ہے اس لئے اگست تک ہی پروگرام بنائے گئے تھے۔ یوں ہائیکنگ کلب آف پاکستان کا یہ Season بخیر و خوبی اپنے اختتام کو پہنچا۔ الحمدللہ

سالانہ رپورٹ ہائیکنگ کلب آف پاکستان

(مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب مہتمم صحت جسمانی)

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے ۱۹۹۱ء میں ایک ہائیکنگ کلب قائم کیا۔ جس کا مقصد خدام کو صحت مند تفریح کے مواقع فراہم کرنا ہے۔ اس کلب کے ذریعہ ہر سال ملک بھر سے کئی گروپس جاتے رہے۔ پہلے سال ۵، دوسرے سال ۷، چوتھے سال ۱۲ اور پانچویں سال ۱۷ گروپس ہائیکنگ کیلئے بھیجے گئے۔ ہائیکنگ محض پہاڑوں پر رک سیک اٹھا کر جانے کا نام نہیں بلکہ یہ ایک صحت مند تفریح کے علاوہ Action Oriented نظام تربیت بھی ہے۔ گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہائیکنگ کلب آف پاکستان کے تحت کل ۱۸ گروپس ہائیکنگ کیلئے گئے۔ جس میں کچی گھنی، دودی پت، کنکورڈیا، K-2 بیس وغیرہ جیسے ٹریک بھی کئے گئے۔

اس سال کے پروگرام کا آغاز ماہ جون سے ہوا اور جون کے پہلے ہفتے میں محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی منظوری سے ایک ہائیکنگ کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے ممبران درج ذیل تھے۔

صدر: مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب

سیکرٹری: خاکسار شبیر احمد ثاقب

ممبر: مکرم قمر احمد کوثر صاحب

ممبر: مکرم راجہ رشید احمد صاحب

ممبر: مکرم اسد اللہ غالب صاحب

اس کمیٹی نے پروگرام کے شروع ہونے سے پہلے ایک میٹنگ کی جس میں پروگراموں سے متعلق اہم امور طے کئے گئے اور ان کی آخری منظوری محترم صدر صاحب سے لی گئی۔ اس کے بعد گروپس بھیجنے کا باقاعدہ کام شروع ہوا اور ماہ جون میں پانچ گروپس ہائیکنگ کیلئے گئے۔ جن میں سے پہلا گروپ مکرم اکبر احمد صاحب کی نگرانی میں سکردو، خنجراب کی طرف گیا اس گروپ میں ۱۲ خدام شامل تھے اور یہ گروپ دس دن تک ہائیکنگ کیلئے گیا۔ اس کے بعد مکرم مجیب احمد صاحب طاہر کی نگرانی میں جامعہ احمدیہ کا گروپ گیا۔ اس گروپ میں ۷ خدام شامل تھے اور یہ ۶ ایام کیلئے گئے انہوں نے کیوائی ناماکڑہ ٹریک کیا۔ تیسرا گروپ مکرم سلیم الدین صاحب کی نگرانی میں جامعہ احمدیہ کا گروپ گیا۔ یہ گروپ سیرن ویلی کی طرف گیا اور اس گروپ میں ۱۱ خدام شامل تھے اور یہ ۱۱ دن کیلئے ہائیکنگ پر گئے۔ اس ماہ کا چوتھا گروپ مکرم مبارک احمد صاحب گورایہ کی نگرانی میں موسیٰ کا مصلیٰ کی طرف گیا۔ یہ گروپ ۶ خدام پر مشتمل تھا اور ۷ دن ہائیکنگ کرتا رہا۔ پانچواں گروپ مکرم مرزا وقاص احمد صاحب کی نگرانی میں گیا اور چوڑ کے میدان سے شڑاں تک ہائیکنگ کر کے آیا۔ اس گروپ میں ۵ خدام شامل تھے اور یہ ۹ دن کیلئے گئے اس کے علاوہ اس ماہ ۷ خدام نے ممبر شپ کلب بھی حاصل کی۔

جولائی کے مہینے میں ۸ گروپس بھیجے گئے۔ جن میں سے مکرم سلمان احمد صاحب کی قیادت میں ۷ ایام کیلئے ایک گروپ ناران تا شوگراں گیا۔ دوسرا گروپ مکرم مبارک احمد صاحب گورایہ کی نگرانی میں "کچی گھنی پاس" کی طرف گیا۔ یہ گروپ ۷ خدام پر مشتمل تھا اور آٹھ ایام تک ہائیکنگ کر کے آیا۔ تیسرا گروپ مکرم فخر الحق شمس صاحب کی نگرانی میں گیا جس نے "ڈاوڑ ناماکڑہ" ٹریک کیا اس گروپ میں ۶ خدام شامل تھے اور یہ بارہ دنوں کیلئے گئے تھے۔ چوتھا گروپ مکرم ارشد احمد صاحب آف لاہور کی نگرانی میں لاہور سے گیا۔ جو "ڈاونچر باؤنڈ" ٹریک کر کے آیا۔ یہ گروپ آٹھ خدام پر مشتمل تھا اور نو دن تک ہائیکنگ کرتا رہا۔ [illegible] گروپ مظفر احمد سلطان صاحب آف لاہور کی نگرانی میں لاہور سے گیا اور "کنکورڈیا، K-2 بیس" کر کے آیا۔ اس گروپ میں سات خدام شامل تھے، جو مسلسل ۲۷ دن ہائیکنگ کرتے رہے۔ اس کے علاوہ اس ماہ یعنی جولائی میں آٹھ افراد نے کلب کی ممبر شپ بھی حاصل کی۔

باقی صفحہ 41 پر

ہدایات بابت مقابلہ مضمون نویسی و مقالہ نویسی 98-1997ء

شعبہ تعلیم خدام الاحمدیہ پاکستان

شعبہ تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے خدام میں تحریر اور قلم کا شوق پیدا کرنے اور ان صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے لئے دو طرح کے مقابلے جاری کئے ہوئے ہیں۔ ان دونوں کی تفاصیل اور قواعد و ضوابط پیش ہیں۔

1۔ مقابلہ ہائے مضمون نویسی

یہ ہر سہ ماہی میں ایک دفعہ یعنی سال میں چار دفعہ منعقد ہوتے ہیں۔ عناوین اور ان کی تاریخیں وغیرہ درج ذیل ہیں۔

سہ ماہی اول: عنوان: "تقویٰ اور اس کے حصول کے ذرائع" مرکز میں موصول ہونے کی آخری تاریخ: 15 جنوری 1998ء

سہ ماہی دوم: عنوان: "جماعت احمدیہ اور خدمت وطن" مرکز میں موصول ہونے کی آخری تاریخ: 15 اپریل 1998ء

سہ ماہی سوم: عنوان: "تعلیم القرآن اور اس کی برکات" مرکز میں موصول ہونے کی آخری تاریخ: 15 جولائی 1998ء

سہ ماہی چہارم: عنوان: "اطاعت" مرکز میں موصول ہونے کی آخری تاریخ 15 اکتوبر 1998ء

ان مقابلوں میں اول دوم سوم آنے والے خدام کو سندات امتیاز کے علاوہ علی الترتیب 300، 200، 150 روپے انعام دیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ سات بہترین مضامین لکھنے والوں کے نام شائع کئے جاتے ہیں۔ سندات دی جاتی ہیں اور بعض مضامین کو اشاعت کیلئے بھجوایا جا سکتا ہے۔ ہر مجلس ان مقابلوں میں نمائندگی کی کوشش کرے۔ سالانہ مقابلہ ہائے حسن کارکردگی میں بھی مجالس، اضلاع اور علاقوں کو نمائندگی پر نمبر دیئے جاتے ہیں۔ یہ مضامین دو سے تین ہزار الفاظ پر مشتمل ہونے چاہئیں جو عام طور پر 7 سے 10 (Foolscap) صفحات میں سما جاتے ہیں۔ تاہم 3 (Foolscap) صفحات پر مشتمل مضمون کی نمائندگی قابل قبول ہوتی ہے۔

مضامین اور مقالہ جات کیلئے اصولی ہدایات

1۔ ہر مضمون اور مقالہ میں قرآن کریم، احادیث، کتب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور دیگر کتب کے حوالے درست اور چیک کر کے درج کئے جائیں۔

2۔ جن کتب کا حوالہ دیا جائے ان کے صفحہ نمبر اور مطبع ایڈیشن سن اشاعت وغیرہ (اگر کتاب پر درج ہوں) تو ضرور لکھے جائیں۔

3۔ مضمون اور مقالہ کے اوپر مندرجہ ذیل کوائف درج کئے جائیں۔

نام خادم۔ ولدیت۔ تعلیم۔ عمر۔ پیشہ۔ مجلس۔ ضلع۔ مکمل پتہ فون نمبر۔

4۔ مضمون کاغذ کے ایک طرف صاف صاف لکھا جائے۔ بہتر ہے کہ کالی سیاہی استعمال کی جائے۔ دائیں طرف حاشیہ چھوڑا جائے۔

6۔ صفحات نمبر لگا کر ٹیگ یا سٹیپل کریں۔ 7۔ مقالہ کی جلد بندی ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ فائل میں لگا دیں۔

8۔ مناسب مقامات پر سرخیاں اور ذیلی عناوین موٹے قلم سے درج کئے جائیں تو مفید ہوتا ہے۔

معیاری مضامین اور مقالہ کی خصوصیات

(الف) مضمون کی اہمیت آغاز میں واضح کی جائے۔
(ب) قرآن کریم' احادیث اور کتب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ میں اس کے متعلق کیا روشنی ڈالی گئی ہے۔
(ج) واقعات سے مضمون کو مزین کیا جائے۔ مثلاً تقویٰ اور اطاعت کے واقعات سیرت بزرگان سے بیان کئے جاسکتے ہیں۔
(د) بزرگان جماعت کی اس بارہ میں کیا آراء ہیں۔
(ر) تعلیم القرآن کی برکات اور جماعت احمدیہ کی خدمت وطن کے بارہ میں معین واقعات پیش کریں تو زیادہ بہتر ہوگا۔
(ز) ان امور میں دیگر مذاہب اور نظاموں پر کیا فضائل ہیں۔ غیروں کے تاثرات بھی بیان کیے جاسکتے ہیں۔
(س) آخر پر مضمون کو سمیٹا جائے۔ نتیجہ نکالا جائے۔ اس مضمون کے فوائد بیان کئے جائیں۔ یہ بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ اس بارہ میں ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں۔

مضامین کیلئے اصولی کتب: ان تمام مضامین کیلئے مندرجہ ذیل کتب اصولی راہنمائی کرتی ہیں۔

1۔ قرآن کریم' تفسیر صغیر کے انڈیکس سے فائدہ اٹھائیں۔ ان آیات کے تحت تفسیر حضرت مسیح موعود' تفسیر حضرت خلیفۃ المسیح الاول اور تفسیر کبیر دیکھیں۔ 2۔ حدیقۃ الصالحین' چالیس جواہر پارے۔ 3۔ کتب حضرت مسیح موعود' روحانی خزائن کے انڈیکس سے استفادہ کریں۔ 4۔ کتب حضرت مصلح موعود' انوار العلوم کی ۴ جلدیں' انڈیکس سے استفادہ کریں۔ 5۔ سیرۃ النبی ﷺ پر مشتمل کتب۔ 6۔ صحابہ رسول ﷺ کی سیرت پر مشتمل کتب مثلاً روشن ستارے (مولوی غلام باری صاحب سیف) مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے (رحمت اللہ شاکر صاحب) 7۔ حضور کے خطبات۔ یہ خطبات الفضل انٹرنیشنل لندن میں باقاعدگی سے شائع ہوتے ہیں۔

سالانہ مقالہ نویسی:۔ یہ مقابلہ سال میں ایک دفعہ ہوتا ہے۔ امسال اس کا عنوان ہے "خلافت رابعہ میں جماعتی ترقیات"۔ اس کی آخری تاریخ 31 اگست 1998ء ہے۔ اول دوم سوم آنے والے خدام کو سندات امتیاز کے علاوہ علی الترتیب 800' 600' 400 روپے انعام دیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ سات بہترین مقالہ نگاروں کے نام شائع کئے جاتے ہیں اور سندات دی جاتی ہیں۔ اچھے مقالے اشاعت کیلئے بھجوائے جاسکتے ہیں۔ الفاظ 20 تا 25 ہزار (فل سکیپ 50 تا 60 صفحات) اس مقابلہ میں تمام اضلاع اور شہری مجالس کو ضرور نمائندگی کرنی چاہئے۔

ذیلی عناوین برائے مقالہ نویسی 1998ء "خلافت رابعہ میں جماعتی ترقیات"

یہ عناوین محض رہنمائی کے طور پر ہیں۔ ان میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے۔
نظام خلافت اور اس کی برکات:۔ جماعت احمدیہ میں خلافت کا قیام' خلافت رابعہ کا قیام اور مختصر تاریخ' دور مسیح موعودؑ کا دہرایا جانا' پیشگوئیاں
خلافت رابعہ میں دعوت الی اللہ:۔ عالمی بیعت کی تحریک اور اس کے اثرات' داعیان الی اللہ اور مربیان اور واقفین کی تعداد میں اضافہ' بادشاہوں اور پارلیمنٹ کے ممبران کا قبول احمدیت' بھارت میں تحریک شدھی کا مقابلہ
تربیتی تحریکات:۔ قیام صلوۃ' قیام رمضان' باہمی محبت' عید کی خوشیوں میں غرباء کو شامل کرنا
علوم قرآن کا فروغ:۔ صحت کے ساتھ قرآن سیکھنے کی تحریک' حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفہ المسیح الاول کی تفاسیر کی اشاعت' ایم ٹی اے پر

حضور کی ترجمہ القرآن کلاس، تراجم، ۱۰۰ زبانوں میں منتخب آیات کے تراجم

مالی تحریکات:۔ تمام چندوں میں اضافہ، تحریک جدید دفتر چہارم کا اجراء، وقف جدید کی عالمگیر وسعت، بیوت الحمد سکیم اور اس کے فوائد۔ سیدنا بلال فنڈ، افریقہ و بھارت کیلئے تحریک، بوسنیا، صومالیہ وغیرہ

اشاعتی ترقیات:۔ پرانی اور نایاب کتب کی اشاعت، روحانی خزائن، ملفوظات، تفسیر کبیر، انوار العلوم کی اشاعت، ۱۰۰ زبانوں میں منتخب احادیث اور اقتباسات مسیح موعود کی اشاعت، الفضل انٹرنیشنل اور ریویو آف ریلیجنز کا اجراء، متفرق اخبارات و رسائل، نئے پریسوں کا قیام، حضور کی کتب

علمی ترقیات:۔ مرکز سلسلہ اور ممالک بیرون میں سکولوں کالجوں کا قیام، تحقیق کیلئے ریسرچ گروپوں کا قیام، احمدی طلباء کیلئے اعلیٰ تعلیمی انعامات، خلافت لائبریری میں جدید سہولیات، کمپیوٹرز سے استفادہ

شفا کا نظام:۔ نصرت جہاں سکیم کے تحت ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کا قیام، حضور کے ہومیوپیتھی لیکچرز، ان کی اشاعت اور اثرات، میڈیکل کیمپس، فضل عمر ہسپتال کی جدید سہولیات

ایم ٹی اے:۔ پیشگوئیاں اور ایم ٹی اے کا قیام، اس کے امتیازات اور برکات، انٹرنیٹ پر جماعتی پروگرام

جماعتی تقاریب:۔ عالمی جلسے اور اجتماعات، صد سالہ جشن تشکر، اسلامی اصول کی فلاسفی اور کسوف و خسوف کی صد سالہ سالگرہ

بیوت الذکر:۔ دنیا بھر میں بیوت الذکر کے قیام اور توسیع کی تحریک، سپین، آسٹریلیا، کینیڈا، امریکہ میں نئی بیوت الذکر کی تعمیر، جرمنی میں ۱۰۰ بیوت الذکر کی تحریک

تحریک وقف نو:۔ مقاصد اور برکات، قبولیت دعا کی مثالیں۔

تعمیرات کا میدان:۔ وسیع و عریض مشن ہاؤسز کی تعمیر، سوئمنگ پول ربوہ، دفاتر صدر انجمن احمدیہ، دار الضیافت میں وسعت، لجنہ ہال کی تعمیر، جلسہ گاہ، قادیان میں جدید تعمیرات، مرکز کی آبادی اور محلہ جات کی وسعت، بین الاقوامی سطح پر جماعتی معروف تعمیرات

ابتلاؤں کے اثرات:۔ حضور کی ہجرت اور اس کے بعد کی ترقیات، شہداء، اسیران راہ مولا، مقدمات، خاص طور پر نوجوانوں کا عظیم کردار، حضور کا سفر قادیان 91ء اور اس کی برکات

تنظیمی ترقیات:۔ تنظیمی اصلاحات اور ان کے نتائج، مسابقت کی دوڑ، علمی ریلی، نمائش، سپورٹس ریلی، میراتھن واک

پیشگوئیاں:۔ خلافت رابعہ میں ہونے والے واقعات کے متعلق پیشگوئیاں، حضور انور کے الہامات، رؤیا و کشوف اور پیشگوئیاں

مظلومین کی مدد:۔ بوسنین، کشمیری، فلسطینی، وغیرہ، قحط زدگان کی امداد

مخالفین کا انجام:۔ مباہلہ کے اثرات و نتائج

مقالہ کیلئے امدادی کتب (مذکورہ بالا اصولی کتب کے علاوہ)

- روزنامہ الفضل ربوہ، ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن، ماہنامہ خالد، تشحیذ الاذہان، مصباح، انصار اللہ، ریویو آف ریلیجنز اور دیگر جماعتی اخبارات و رسائل خصوصاً ان کے سالانہ نمبرز یا خصوصی شمارے۔
- حضور کے خطبات جمعہ نیز جلسہ ہائے سالانہ خصوصاً دوسرے دن کے خطابات
- صد سالہ جشن تشکر کے موقع پر مختلف اداروں کے یادگاری مجلے خصوصاً خدام الاحمدیہ مرکزیہ، لجنہ اماء اللہ مرکزیہ، جماعت احمدیہ لاہور، لجنہ اماء اللہ کراچی
- جماعت احمدیہ ترقی کی شاہراہوں پر (نظارت اصلاح و ارشاد)
- جماعت احمدیہ کے متعلق تاریخی معلومات (مکرم عبد السمیع خان)، دینی معلومات (تازہ ایڈیشن) شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

Monthly **Khalid** Rabwah

March 1998 — Editor. Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz — Regd. No. CPL-139

کرموں والی اُچّی بستی

سدا سُہاگن رہے یہ بستی جس میں پیدا ہوئی وہ ہستی

اپنے دیس میں اپنی بستی میں اِک اپنا بھی تو گھر تھا
جیسی سُندر تھی وہ بستی ویسا وہ گھر بھی سُندر تھا

سادہ اور غریب تھی جنتا۔ لیکن نیک نصیب تھی جنتا
فیض رسان عجیب تھی جنتا، ہر بندہ، بندہ پرور تھا

سچّے لوگ تھے، سُچّی بستی۔ کرموں والی اُچّی بستی
جو اُونچا تھا، نیچا بھی تھا، عرش نشیں تھا خاک بسر تھا

اس کی دھرتی تھی آکاشی، اُس کی پرجا تھی پرکاشی
جس کی صدیاں تھیں مُتلاشی۔ گلی گلی وہ منظر تھا

کرتے تھے آ آ کے بسیرے۔ پنچھ پکھیرو شام سویرے
پھولوں اور پھلوں سے بوجھل بُستاں کا ایک ایک شجر تھا

عرش سے فرش پہ مایا اُتری۔ رُوپا ہو گئی ساری دھرتی
مِٹ گئی کُلفت چھا گئی مستی۔ وہ تھا یَں تھا من مندر تھا

سَدا سُہاگن رہے یہ بستی۔ جس میں پیدا ہوئی وہ ہستی
جس سے نُور کے سوتے پھُوٹے جو نوروں کا اِک ساگر تھا

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے منظوم کلام میں سے چند اشعار)